www.KitaboSunnat.com

سبعة أحرف

[قسط دوم]

ڈاکٹر ابو مجاہد عبد العزیز القاری*
مترجم: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی**

سبعة أحرف سے کیا مراد ہے؟

گزشتہ شمارے میں حدیث سبعة أحرف کے ضمن میں ہم نے تین تحریریں شائع کی تھیں۔ اس حدیث کا مفہوم چونکہ اُمت میں معركة الآراء مسائل میں سے ہے، چنانچہ ادارے کا احساس ہے کہ اس باب میں اُردو زبان میں بھرپور مواد کو بھی منتقل کیا جائے اور سبعة أحرف کے مفہوم کی تعیین کی کوشش بھی بروئے کار لائی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے کہ زیر نظر شمارہ میں اس سلسلہ میں ہم مزید چھ تحریریں شائع کر رہے ہیں، جن میں سبعة أحرف کے مفہوم کو خصوصاً زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان تحریروں میں سے جناب ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کی تحریر کو اس کے عمومی موضوع کے اعتبار سے اگرچہ ''مباحث قراءات'' کے ذیلی عنوان کے تحت شائع کیا گیا ہے، لیکن اُس تحریر کا اکثر حصہ اِس موضوع سے متعلقہ ہے۔ ہم مکرراً عرض کرتے ہیں کہ ان تمام مضامین کے آخر میں اِدارہ كلّية القرآن الكريم کے اَربابِ دانش کی رائے پر مبنی ایک مستقل مضمون بھی ہدیہ قارئین کیا جائے گا، جس میں شائع شدہ تمام مضامین میں پیش کردہ افکار کا خلاصہ و موازنہ پیش کرتے ہوئے سبعة أحرف کے مفہوم کے سلسلہ میں راجح موقف کی تعیین کی کوشش کی جائے گی۔

زیر نظر تحریر میں فاضل مضمون نگار نے بڑے دیانتدارانہ طریقے سے 'سبعہ احرف' سے مراد کے تعین کی کوشش کی ہے اور بظاہر اس دقیق بحث کو اپنے آسان طرزِ بیان سے انہوں نے بڑی حد تک سہل کر دیا ہے۔ اُسلوب نگارش بڑا ہی منطقی اور اُصولی ہے۔ اس تفصیلی مضمون کی پہلی قسط ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ کے سلیس ترجمہ کے ساتھ اس سے قبل پچھلے شمارے میں بھی شائع ہو چکی ہے، جو اپنے مقام پر ایک مستقل حیثیت کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ اس بحث سے بھی گہرا تعلق رکھتی ہے، کیونکہ انہی احادیث کی روشنی میں، جو کہ تفصیل سے گزشتہ شمارے میں ذکر ہوئیں، سبعة أحرف کی مراد کا تعین کیا گیا ہے، چنانچہ اس مضمون میں بھی قارئین کو جا بجا گزشتہ قسط کے حوالے نظر آئیں گے۔ مکمل استفادے کے خواہش مند حضرات اس قسط کو بھی سامنے رکھیں۔ [ادارہ]

'سبعۂ احرف' کا مفہوم کیا ہے اس کے بارے میں علماء کے مابین بہت اختلاف ہے حتیٰ کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے 'الاتقان' میں علماء کے ۴۰/ اقوال ذکر کئے ہیں۔ [الاتقان: ص ۱۳۱] لیکن اقوال کی یہ کثرت قاری کے لیے باعث خوف اور وجۂ مشقت نہیں ہے، کیونکہ اکثر اَقوال ایسے ہیں جو دلیل و نظر کی کسوٹی پر پورے نہیں اُترتے۔ بغور جائزہ لینے پر ایسے اَقوال بہت کم ہیں جن میں صحیح ہونے کی گنجائش ہے۔ ان میں سے چھ اَقوال کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

* سابق پرنسپل کلیہ القرآن الکریم، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ
** مدیر التعلیم جامعہ لاہور الاسلامیہ و مدیر ماہنامہ محدث، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا قول

ابن سعدان نحوی رحمہ اللہ کے بقول حدیث سبعہ اَحرف کا شمار ایسی اَحادیث میں ہوتا ہے جو اپنے مفہوم و مدعا میں صریح نہیں بلکہ متشابہ ہیں۔[محمد بن سعدان الضرير الكوفى النحوى المقرى ابوجعفر[م۲۳۱]،بغية الوعاة ۱۱۱/۱] یعنی ان کا مقصد و مراد مخفی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ 'الحرف' ایسا لفظ ہے جو متعدد معانی پر بولا جاتا ہے جبکہ اَحادیث میں کسی ایک کا تعین نہیں کیا گیا، لہٰذا اس کے مفہوم کا تعین مشکل ہے۔

دوسرا قول

سبعہ اَحرف میں سبعہ کے لفظ سے حقیقتاً عدد مراد نہیں بلکہ یہ لفظ کثرت کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے اور عربی زبان میں یہ عام طریقہ ہے کہ 'سبعہ' کا لفظ بول کر اکائیوں میں کسی شے کا کثر التعداد ہونا مراد لیا جاتا ہے۔ جس طرح 'سبعین' کا لفظ بول کر دہائیوں میں کثرت مراد ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا مدعا یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھلی رخصت دی گئی ہے کہ جس لغت کے مطابق چاہیں قرآن کی تلاوت کرلیں۔ یہ قول قاضی عیاض رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ [ابوالفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی[م۵۴۴]،الدیباج :۴۶/۲] اور اس کو مان لینے سے اس نظریہ کی بھی تائید ہو جاتی ہے کہ قرآن کی بالمعنی قراءت مشروع ہے۔

تیسرا قول

سبعہ اَحرف سے اَحکام و معانی کی سات اَصناف مراد ہیں جو یہ ہیں:

◉ حلال وحرام ◉ امر ◉ توبیخ ◉ محکم ◉ متشابہ اور ◉ امثال

چوتھا قول

سبعہ اَحرف سے اہل عرب کی فصیح لغات میں سے ایسی سات لغات مراد ہیں جن پر قرآن نازل ہوا ہے۔ یہ سات لغات آپس میں بھی مختلف ہیں جن میں سے بعض لغات دوسری لغات کی بہ نسبت قرآن میں زیادہ بھی استعمال ہوئی ہیں۔ یہ قول ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ کا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی شعب الایمان میں اس کی تائید کی ہے۔

پانچواں قول

یہ سات لغات ایک کلمہ میں اور ایک ہی حرف میں بایں صورت ہیں کہ الفاظ میں تبدیلی کے باوجود معنی میں تبدیلی نہ آنے پائے۔ جس طرح کوئی شخص 'ادھر آؤ' کے مفہوم کے لیے 'هلم' کی جگہ 'تعال، إلى، قصدى، نحوى اور قربى' جیسے دیگر الفاظ استعمال کرتا ہے جو کہ الفاظ میں مختلف ہونے کے باوجود معنی میں یکساں ہیں۔ یہ قول ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اب یہ تمام لغات باقی نہیں ہیں بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو ایک حرف اور ایک ہی مصحف پر جمع کر دیا اور باقی جملہ مصاحف کو ضائع کر دینے کا حکم دے دیا، ماسوائے اس مصحف کے جس کو آپ نے خود جمع فرمایا، اس کے علاوہ ہر اس شخص پر جس کے پاس کوئی مصحف ہو آپ نے لازمی کر دیا کہ اس کو اپنے پاس نہ رکھے اور ضائع کر دے۔ لہٰذا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمت مسلمہ نے اس سلسلے میں بالاتفاق آپ کی اِطاعت کی، اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جو کچھ آپ قرآن کے بارے میں کررہے ہیں، مبنی برحق اور درست ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خلیفۂ عادل کی اِطاعت کرتے ہوئے اور اپنی اور اپنے بعد آنے والے سارے اہل ملت کی خیر و بھلائی کو مدنظر رکھتے ہوئے باقی چھ حروف کو ترک کردیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حروف کی معرفت ختم ہوتی چلی گئی اور اس کے اثرات ونشانات معدوم ہوگئے۔ چنانچہ آج ان حروف پر قراءت کی کوئی صورت نہیں۔'' [تفسیر ابن جریر:۱/۵۷۔۶۴]

اس قول میں اَحرف کی تفسیر جن سات لغات کے ساتھ کی گئی ہے ان کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔

① ابوعبید رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند ''سعید ابن عروبة عن قتادة عمن سمع ابن عباس'' نقل کرتے ہیں کہ قرآن دوکعب (یعنی کعبِ قریش اور کعبِ خزاعہ) کی لغتوں میں نازل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ (کہ بیک وقت دولغتوں میں قرآن نازل ہوا) تو آپ نے کہا، کیونکہ دونوں کا گھر اور جائے اصل ایک ہی ہے۔ پھر ابوعبید نے ''بروایت کلبی عن أبی صالح عن ابن عباس'' یہ قول نقل کیا ہے کہ قرآن سات لغات پر نازل ہوا جن میں پانچ لغات قبیلہ ہوازن کے عجز کی ہیں۔ ابوعبید کہ انہیں ''ہوازن علیا'' بھی کہا جاتا ہے جو یہ ہیں: سعد بن بکر، جشم بن بکر، نصر بن معاویہ اور ثقیف۔

② بقول ابو حاتم سجستانی رحمہ اللہ [سھل بن محمد بن عثمان بن القاسم ابوحاتم السجستانی [م ۲۵۰] بغیة الوعاة: ۲/۶۰۶] ان سات لغات سے مراد قریش، ہذیل، تمیم، ازد، ربیعہ، ہوازن اور قبیلہ سعد بن بکر کی لغات ہیں۔

③ ابوعلی الاہوازی رحمہ اللہ [الحسن بن علی بن ابراہیم بن یزداد بن ہرمز الاستاذ ابوعلی الاھوازی شیخ القراء بالشام فی عصرہ [م ۴۴۶] ۱/۲۲۰] کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ سب لغات دراصل قریش کے بطون میں ہی ہیں۔

④ بعض کے قول کے مطابق یہ سب 'مضر' قبیلہ میں سے ہیں۔

⑤ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بعض اصحاب علم سے اس قول کو بھی نقل کیا ہے کہ یہ سات لغات: ''ہذیل، کنانہ، قیس، ضبط، تیم الرباب، اسد بن خزیمہ اور قریش'' کی ہیں۔ [الاتقان: ۱/۱۳۵]

چھٹا قول

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ رحمہ اللہ، ابوالفضل الرازی المری رحمہ اللہ اور محمد بن الجزری المقری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ الأحرف السبعة سے 'کلماتِ قرآنیہ میں اختلاف اور تغایر' کی سات قسمیں مراد ہیں۔ یعنی سبعہ حروف کے ذریعے کلماتِ قرآنی میں ہونے والی تبدیلی 'اختلاف کی سات قسموں' سے خالی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ان تغیرات اور اختلافات کی تعداد کے سات ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے، لیکن ان کے تعین اور وضاحت کے ضمن میں اختلاف ہے۔

◉ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں [تاویل مشکل القرآن: ص۲۸] کہ میں قرآن میں سبعہ حروف کے ذریعے ہونے والی تبدیلیوں پر غور وفکر کرتا رہا جس کے نتیجے میں مجھے اختلاف کی سات صورتیں معلوم ہوئیں:

① تغیر کی پہلی صورت یہ ہے کہ کسی کلمہ کے اعراب اور حرکت میں ایسی تبدیلی ہو جو نہ ان کے معنی میں تغیر کرے نہ صورت خطی میں۔ جس طرح کہ فرمانِ الٰہی ﴿هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ﴾ میں ﴿هُنَّ اَطْهَرَ﴾ یعنی راء پر پیش کے بجائے زبر۔

② کسی کلمہ کے اعراب یا حرکت میں ایسی تبدیلی واقع ہو جو اس کے مفہوم ومعنی کو تبدیل کردے لیکن صورت خطی برقرار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا﴾ میں ﴿رَبُّنَا﴾ یعنی باء کے ضمہ کے ساتھ۔

③ کلمہ کے اعراب میں تبدیلی کی بجائے اس کے حروف میں ایسی تبدیلی ہو جس سے معنی تو متغیر ہو جائے، لیکن صورت خطی برقرار رہے۔ مثلاً ﴿وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا﴾ کی بجائے ﴿نَنْشِزُهَا﴾

④ اختلاف کی چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی کلمہ میں تغیر اس کی صورت خطی یعنی صورت و ہیئت پر تو اثر انداز ہو، لیکن معنی میں کوئی فرق نہ آئے۔ مثلاً ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ کی جگہ ﴿إِلَّا زَقْيَةً﴾

⑤ تبدیلی اس طور ہو کہ کلمہ کی شکل و صورت کے ساتھ معنی بھی تبدیل ہو جائیں جیسے ﴿طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ کی جگہ ﴿طَلْعٍ مَّنْضُوْدٍ﴾

⑥ اختلاف کی نوعیت تقدیم و تاخیر کی قبیل سے ہو مثال کے طور پر ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ کی بجائے ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ﴾ پڑھا جائے۔

⑦ کلمات میں زیادتی یا نقص۔ مثلاً ﴿وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ﴾ کی بجائے ﴿وَمَا عَمِلَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ اور ﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ کی بجائے ﴿إِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

◉ ابوالفضل الرازی رحمہ اللہ کے مطابق تغیرات کی سات قسمیں یہ ہیں: [اس قول کو سیوطی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور رازی رحمہ اللہ کی کتاب اللوائح کی طرف اس کی نسبت کی ہے، الاتقان (ابوالفضل بن ابراہیم رحمہ اللہ جس کے طابع ہیں) میں 'اللوائح' یعنی ہمزہ کے ساتھ ہے جبکہ اصل میں اس کتاب کا نام 'اللوامح' بالمیم ہے۔]

① واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و مبالغہ جیسے اسماء کے اوزان کا مختلف ہونا (یعنی واحد کی جگہ تثنیہ یا مذکر کی بجائے مؤنث۔

② افعال (ماضی، مضارع، امر، نہی) کا ایک دوسرے سے تبدیل ہو جانا، اس طرح وہ اسماء جن کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے۔ (مثلاً مذکر، مونث، متکلم، مخاطب اور فاعل و مفعول) کا مختلف ہونا۔

③ اعراب کی مختلف وجوہ کے ذریعے وجود میں آنے والی تبدیلی۔

④ کمی اور زیادتی کی قسم سے وجود میں آنے والی تبدیلی۔

⑤ تقدیم و تاخیر کی قبیل سے ہونے والی تبدیلیاں۔

⑥ ایک کلمہ کے حروف کا قلب...... یا ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ سے تبادلہ یا دوسرے حروف سے تبادلہ۔

⑦ مختلف لغات کے ضمن میں ہونے والی تبدیلیاں۔

◉ ابن جزری رحمہ اللہ کہتے ہیں [النشر: ۲۶/۱] کہ میں نے صحیح، شاذ، منکر اور ضعیف یعنی قراءت کی ہر قسم کا بغور جائزہ لیا ہے۔ جس کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جملہ حروف کا باہمی اختلاف ان سات صورتوں سے خالی نہیں۔

① معنی اور شکل و صورت میں تبدیلی کی بجائے کسی کلمہ کی حرکات میں تغیر ہو، جس طرح کہ ﴿البخل﴾ میں چار قسم کی حرکات اور ﴿يَحْسَبُ﴾ میں دو قسم کی حرکات پڑھنا جائز ہے۔

② معانی میں تغیر ہو فقط! جیسے ﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ اِلَيْهِ﴾ میں ﴿كَلِمٰتٍ فَتَابَ اِلَيْهِ﴾ اور ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ﴾ کی بجائے ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ اَمَهٍ﴾

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

③ معنی میں تغیر کے ساتھ ساتھ حروف میں بھی تبدیلی ہوجائے، لیکن صورت خطی تبدیل نہ ہو۔مثلاً ﴿تَبۡلُوۡا﴾ کو ﴿تَتۡلُوۡا﴾ اور ﴿نُنَجِّيۡكَ﴾ کو ﴿نُنَحِيۡكَ﴾ یعنی حاء کے ساتھ۔

④ حروف میں تغیر کے باوجود معنی میں تبدیلی نہ ہو جب کہ صورت تبدیل ہوجائے۔ جیسے ﴿بَصۡطَةً﴾ کی بجائے ﴿بَسۡطَه﴾ اور ﴿اَلصِّرَاطَ﴾ کی جگہ ﴿اَلسِّرَاطَ﴾

⑤ معنی اور صورت دونوں تبدیلی ہوجائے جیسے ﴿اَشَدَّ مِنۡكُمۡ﴾ اور ﴿مِنۡهُمۡ﴾...﴿يَاتَلِ﴾ اور ﴿يَتَاَلَّ﴾... ﴿فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ﴾ کی جگہ ﴿فَامۡضُوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ﴾

⑥ تبدیلی تقدیم وتاخیر کی قبیل سے ہو، مثلاً ﴿فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ﴾ کی جگہ ﴿فَيُقۡتَلُوۡنَ وَيَقۡتُلُوۡنَ﴾ اور ﴿جَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ﴾ کی بجائے ﴿جَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡحَقِّ بِالۡمَوۡتِ﴾

⑦ بعض کلمات میں کمی کردی جائے یا بعض میں زیادتی حروف ہوجائے۔جیسے وصّٰی کی جگہ أوصٰی اور ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى﴾ کی جگہ ﴿وَمَا خَلَقُ الذَّكَرِ وَالۡاُنۡثٰى﴾ یعنی راء کے کسرہ کے ساتھ۔

ابومجاہد رحمہ اللہ (صاحب مضمون) کہتے ہیں: ایسے اقوال جن کی طرف 'سبعہ احرف' کی توضیح کے سلسلے میں رجوع کیا جاسکتا ہے اور جو عقل ونظر کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں یہی مذکورہ بالا چھ اقوال ہیں۔جن کی حقیقت اور صواب و خطاء کا فیصلہ بڑی بحث وتمحیص اور دقتِ نظر کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔سو جب ہمارے سامنے ان اقوال کے حقائق اوران کے دلائل واضح ہوجائیں تب ہی ان میں قول مختار کا حتمی فیصلہ کرنا ممکن ہوسکے گا۔

اب ہم اپنے ترتیب شدہ خاکے کی روشنی میں ان چھ اقوال کو ثابت اور متواتر قراءات پر پیش کریں گے۔جس میں ان پر وارد ہونے والے اعتراضات واشکالات کو بیان کرتے ہوئے قول راجح کی نشاندہی کی جستجو کی جائے گی اور اللہ کی توفیق اور خصوصی اعانت کے ساتھ اس بحث کے آخر تک ہم کسی ایسے نتیجہ پر پہنچ جائیں گے جو دلائل و براہین کے لحاظ سے مضبوط، اعتراضات سے محفوظ اور قراءات قرآنیہ کے قریب تر ہوگا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ

سابقہ اقوال پر بحث وتمحیص

قولِ اوّل:

جس میں حروف کے بارے میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا ہے کہ حدیثِ سبعہ احرف دراصل معنوی لحاظ سے متشابہ ہے اور اس کے مفہوم کا ادراک نہیں ہوسکتا۔

اگر تو یہ بات اس قول کے قائل کی اپنے بارے میں ہے کہ میرے لیے یہ حدیث متشابہ المعنی ہے اور میں اس کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکا، تب تو اس قول میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر قائل کی مراد تمام اُمت کے لیے مطلق طور پر ہے کوئی بھی اُمتی اس کے مفہوم وحقیقت سے آشنا نہیں تو قائل کا یہ نظریہ فقط ایک غلط فہمی ہے اور اس نظریے کی تردید اس اَمر سے بخوبی ہوجاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی اُمت کو سکھانے اور تعلیم دلانے کے لیے مبعوث کئے گئے تھے جس میں آپ کو سبعہ اَحرف کی تعلیم دینے کا حکم بھی تھا۔چنانچہ آپ نے اُمت کو عملاً اس کی تعلیم دی اور انہیں ان حروف پر تلاوت کا حکم دیا۔جس کو اُمت بجا لائی (جیسا کہ اَحادیث سابقہ بھی اس پر مصرح ہیں) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سبعہ احرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پر تلاوت کرتے رہے اور بخوبی ان کا علم رکھتے تھے یا صحابہ کی اکثریت کے پاس ان حروف کا علم تھا۔ بعد میں صحابہ نے تابعین کو اس کی تعلیم دی اور یہ حروف ہر زمانے میں رائج رہے۔ حتیٰ کہ ہم تک متصل اسانید کے ساتھ پہنچ گئے۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ یہ سبعہ احرف متشابہ المعنی ہیں جن کے معانی و مفاہیم کا اِدراک نہیں کیا جاسکتا......؟

اگر اس قول سے مراد یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے مسلمان اس کا علم رکھتے تھے اور ان کے ساتھ قراءت کرتے تھے، لیکن بعد میں یہ علم ختم ہوگیا اور اس کے اثرات و نشانات معدوم ہوگئے، لہٰذا آج ہم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے تو اس بات کا بھی عقل و فہم سے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ وہی بات ہے جس کو ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور اس پر تفصیلاً بحث آگے پانچویں قول کے ضمن میں آئے گی، لیکن مختصراً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ:

قرآن کی ایسی ثابت قراءات جو آج ہم میں موجود اور مروّج ہیں اور اپنے دامن میں الأحرف السبعة کو سموئے ہوئے ہیں، کے بارے میں اہل علم و تحقیق کا کبھی یہ اختلاف نہیں رہا کہ ان متواتر عشرہ قراءات کا بڑا حصہ اَحرف سبعہ پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی متفقہ بات ہے کہ عشرہ قراءات ان تمام حروف پر مشتمل ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے آخر میں نازل کئے گئے تھے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تاقیامت حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے اور ایسا ممکن نہیں کہ قرآن سے کچھ بھلا دیا گیا ہو، یا معدوم ہوگیا ہو۔ لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جملہ حروف جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے آخر میں نازل ہوئے سب کے سب محفوظ و مامون ہیں حتیٰ کہ ہر دور میں اُمت کا ان کو تلقی بالقبول حاصل رہا ہے اور یہ ہمیشہ محفوظ ہی رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے اٹھا لیے جانے کا حکم دے دیں۔ اس قول کی تردید 'حدیث میں واردشدہ صراحت' سے بھی ہوتی ہے کہ ان سبعہ حروف کے نزول کا مقصد اُمت کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے۔ کیا مجہول اور نامعلوم شے سے اُمت کے لیے آسانی پیدا ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں کس دلیل کی بناء پر اس رخصت اور آسانی کو فقط دورِ اوّل تک محدود کیا جاسکتا ہے؟ جبکہ حدیث میں 'اُمت' کے لفظ عام ہیں اور پوری اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہیں۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ حرف کا مفہوم قطعی نہیں اور یہ ایسا لفظ ہے جو مشترک اور کثیر معانی پر بولا جاتا ہے تو یہ بات تو صحیح ہے کہ حرف کا لفظ عام ہے، لیکن باوجود اس کے قرائن و آثار کی رو سے حرف کی تعیین اور مراد واضح اور حتمی ہوچکی ہے (جیسا کہ آگے تفصیل سے بیان ہوگا) چنانچہ اس تفصیل کے بعد حرف کا لفظ مشترک نہیں رہے گا بلکہ احادیث سبعہ احرف میں استعمال ہونے والے حرف کا مفہوم متعین ہوجائے گا۔

قول ثانی:

یہ قول کہ 'سبعہ احرف' کے الفاظ سے حقیقتاً عدد اور گنتی مراد نہیں بلکہ حدیث سبعہ احرف کا مفہوم و منشا یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ نے قراءت بالمعنی کی رخصت دی ہے جس میں وسعتِ زبان کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی بھی ہم معنی لفظ تلاوت کیا جاسکتا ہے۔

اس قول کے قائلین کو دراصل اس سلسلے میں وارد ہونے والے فرامین سے التباس پیدا ہوا ہے۔ جس طرح کہ ابی بن کعب، ابوہریرہ اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث کے ظاہر الفاظ سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے جو اس طرح ہیں کہ نبی

www.KitaboSunnat.com

اکرمﷺ نے سبعہ احرف کے فرق کو سمجھاتے ہوئے صحابہ کومثال دی کہ تم علیماً حکیماً کی جگہ غفوراً رحیماً پڑھ سکتے ہو اور ایک روایت[دیکھئے حضرت ابی، ابوہریرہ اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہم کی اَحادیث میں: (قراءت نمبر حصہ اول: ص۱۰۶،۱۰۷] میں اس پر ان الفاظ کا بھی منقول ہے کہ ''تم سبعہ احرف پر بلا جھجک تلاوت کرو، لیکن خیال رہے کہ عذاب کے ذکر کو رحمت اور رحمت کے ذکر کو عذاب سے مت تبدیل کرو'' اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ میں نے قراءات کو سنا تو باہم متقارب پایا۔ لہٰذا جیسے جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے ویسے ہی پڑھو اور اس میں شک سے بچو، کیونکہ قراءات کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی 'ھلم' کی جگہ 'تعال' اور 'أقبل' کہہ دے۔[دیکھیے: اَحادیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ص۱۱۲]

سوانہی مذکورہ بالامرویات سے اس قول کے قائلین کو یہ نظریہ اپنانے میں تقویت ملی ہے کہ نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو اجازت دی تھی کہ قرآن کے منزل الفاظ کی بجائے کوئی اور بھی تلاوت کئے جاسکتے ہیں جب کہ درحقیقت ایسا نہیں کیونکہ ان مذکورہ نصوص سے زیادہ سے زیادہ یہی بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ حدیث میں آنے والی مثالوں کے ساتھ نبی اکرمﷺ نے صرف سبعہ اَحرف کے ذریعے وقوع پذیر ہونے والے اختلاف اور تبدیلی کی نوعیت بذریعہ مثال واضح فرمانے کا ارادہ کیا تھا کہ دیکھو جس طرح فلاں دو الفاظ میں ان کا باہمی تناقض وتضاد نہیں اسی طرح سبعہ احرف میں ہونے والے تغیرات بھی اسی قبیل سے ہیں تاکہ آنے والے لوگوں کو قراءات کے استعمال سے قرآن میں اضطراب کا شائبہ نہ ہو۔ یعنی ان کے ذہن میں یہ خیال نہ آنے پائے کہ قراءات کے استعمال سے قرآن کا مفہوم و مدعا بھی تبدیل ہوجاتا ہے اور ان کے سامنے بخوبی واضح ہوجائے کہ سبعہ احرف کے ذریعے ہونے والے اختلافات کی کیا نوعیت ہے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے 'ھلم، تعال' وغیرہ اور نبی اکرمﷺ نے ﴿عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ کی بجائے ﴿غَفُورًا رَحِيمًا﴾ کی سی مثالیں دے کر وضاحت فرما دی کہ یہ سب کی سب صفات الٰہی ہیں۔ اگر ایک قراءت میں ﴿غَفُورًا رَحِيمًا﴾ کہہ دیا جائے اور دوسری قراءت میں اللہ عزوجل کو علیم وحکیم سے موصوف کردیا جائے تو اس میں کوئی معنوی تضاد نہیں۔

دوسرے قول میں بیان ہونے والے نظریہ کی مزید تردید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرمﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ ''ویسے پڑھو جیسے سکھائے گئے ہو۔''[(رشد، قراءات نمبر، حصہ اول: ص۱۰۷)] حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بالصراحت ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی کوئی بھی قراءت جائز نہیں اِلا یہ کہ نبی اکرمﷺ سے اس کا منقول ہونا ثابت ہو اور آپﷺ سے سنی گئی ہو۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو بھی اسی تاویل پر محمول کیا جائے گا۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول ''فَاقْرَءُ وْا كَمَا عُلِّمْتُمْ'' میں ثابت ہونے والی دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ مزید برآں رسول اللہﷺ نے اپنے بعض اَقوال میں فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے انہیں کہا کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتے ہیں کہ اپنی اُمت کو سات حروف پر قرآن پڑھایئے۔'' یہ دلیل بھی اس بات کو صراحتاً ثابت کرتی ہے کہ جس قراءت کو نبی اکرمﷺ نے تلاوت نہیں کیا اور اُمت کو نہیں سکھلایا، اس کو احرف سبعہ کے ضمن میں نہیں لایا جاسکتا لہٰذا اصحاب کرام کے جو واقعات اَحادیث میں مذکور ہیں کہ انہوں نے قراءت میں اختلاف کیا اور ابتداء امر میں بعض پر اس کی قراءت کا انکار کیا تو ان سب واقعات میں کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ کسی صحابی نے اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے کچھ پڑھا ہو بلکہ ہر ایک کا یہ کہنا ہے کہ ''مجھے اس طرح نبی اکرمﷺ نے پڑھایا ہے۔''

ان دلائل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ سبعہ حروف کے ذریعے کلمات وحروف کو تبدیل کرکے پڑھنے کی رخصت عام نہیں بلکہ اس بات سے مقید ہے کہ جو آپﷺ پر نازل ہوا اور آپ نے آگے سکھلایا اُس پر ہی تلاوت جائز ہے۔ کسی صحابی کے لیے یا بعد میں اُمت کے کسی بھی فرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی ایسی قراءت کی تلاوت کرے جو نبی اکرمﷺ نے امت کو نہیں سکھائی الغرض قرآن میں کسی بھی لفظ کا ہم معنی متبادل لفظ اپنی طرف سے تلاوت نہیں کیا جاسکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ:

''سبعہ احرف سے درحقیقت عدد مراد نہیں بلکہ یہ کثرت کے مفہوم کے لیے استعمال ہوا ہے جس طرح کہ اکثر اہل عرب کی عادت ہے۔''

تو اس اشکال کی بھی حقیقت یہ ہے کہ امر واقعہ ایسے نہیں، کیونکہ واضح نصوص (جن کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے) عدد کو ثابت کرتے ہیں اور حروف کی حد بندی پر دال ہیں اور کسی بھی جگہ پر سبعہ کے علاوہ کوئی اور عدد استعمال نہیں ہوا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سبعہ سے خاص عدد ہی مراد ہے۔ (مزید تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں)

قول ثالث:

تیسرا قول کہ ''احرف سبعہ سے اَحکام ومعانی وغیرہ کی اقسام مراد ہیں۔''

صاحبِ قول کے اس شبہ کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ظاہری متن کو (جسے امام حاکم رحمہ اللہ وغیرہ نے روایت کیا ہے) سمجھنے میں غلطی کھائی ہے جس میں ہے کہ نبی اکرمﷺ نے کہا:

''پہلی کتاب ایک دروازے سے ایک ہی حرف پر نازل ہوئی، جبکہ قرآن کریم سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا ہے: ڈرانے والا، حکم دینے والا، حلال کرنے والا، حرام کرنے والا، اپنی مراد میں واضح یعنی محکم، متشابہ، اور گذشتہ قوموں کے حالات بتانے والا۔'' [أحادیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ (رشد، قراءات نمبر، حصہ اول: ص۱۱۲، ۱۱۳)]

چنانچہ انہیں گمان یہ ہوا کہ یہ مذکورہ انواع 'احرف' کی تفسیر ہیں، جبکہ فی الحقیقت ایسا نہیں، کیونکہ نبی اکرمﷺ نے دراصل اس حدیث میں دروازوں اور حروف کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ ایک تیسری چیز کی بھی خبر دی ہے جس کا پہلی دو سے کوئی تعلق نہیں، جو قرآن کے معانی ومقاصد کے گرد گھومتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ساتوں کلمات (جو کہ معانی واَحکام سے متعلق ہیں) حال ہونے کی بناء پر منصوب ہیں نہ کہ مجرور ...... (یعنی "علی سبعة أحرف" کا بدل بنتے ہوئے مجرور نہیں بلکہ حال بنتے ہوئے منصوب ہیں) لہٰذا عبارت کی تقدیر یوں ہے کہ قرآن نازل کیا گیا اس حال میں کہ ڈانٹنے والا ہے، حکم دینے والا ہے......الخ۔

اس کے علاوہ روایات سے یہ بات حتمی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ حروف سے مراد پڑھنے کی صورتیں ہی ہیں نہ کہ اَصناف معانی واَحکام! جس طرح کہ نبی اکرمﷺ سے مختلف احادیث میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ مجھے جبریل علیہ السلام پڑھایا کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ اس صورت میں سورۂ فرقان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تلاوت فرما رہے تھے جو نبی اکرمﷺ نے مجھے نہیں سکھائی تھی۔ سو ان اَحادیث کی موجودگی میں کہ جن میں پڑھنے یا پڑھانے کا تذکرہ صراحت سے موجود ہے، سبعہ احرف سے مزعومہ مفہوم کس طرح اَخذ کیا جاسکتا ہے۔ جو اصحاب علم ان کو معانی و اَحکام کی اَصناف قرار دیتے ہیں وہ اس فرمانِ نبوی کا کیا مفہوم بیان کریں گے کہ ''مجھے جبریل علیہ السلام نے ایک صورت پر پڑھایا پھر دوسری صورت پر......'' کیا فقط 'حلال' بتانے والی یا 'حکم' ثابت کرنے والی، یا زجر و توبیخ والی آیات پر جبریل علیہ السلام نے پہلے تلاوت کروائی اور ایک صنف کی تلاوت کے وقت دوسری اصناف کو نظر انداز اور حذف کردیا پھر دوسری صنف پر تلاوت کروائی پھر تیسری صنف پر؟ اس غلط مفہوم کی تردید کے لیے ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث 'احرف سبعہ' روایت کرنے والے تابعی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا قول بے حد کافی ہے کہ جس کا شمار تابعین میں حفاظ کے امام کی حیثیت سے ہوتا ہے، فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ سات حروف ایسے معاملے میں ہوتے ہیں جو حرام و حلال میں مختلف نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ 'بلغني' سے مراد یہی ہے کہ وہ صحابہ سے یہ بات روایت کررہے ہیں۔ اسی طرح ابن جریر رحمہ اللہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ سبعہ احرف حلال و حرام اور امر و نہی میں باہم مختلف نہیں ہوتے بلکہ ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے 'تَعَال' کی جگہ 'هَلُمَّ' یا 'أقبل' کہہ دیا جائے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ جس طرح ہماری قراءت میں ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی قراءت [تفسیر ابن جریر: ۱/۵۳] میں ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا زَقْيَةً وَّاحِدَةً﴾ کے الفاظ ہیں۔

قول رابع:

سبعہ اَحرف کے بارے میں یہ نظریہ کہ قرآن مجید کی سات قراءات سے مراد اہل عرب کی سات مشہور اور فصیح لغات ہیں جو کہ قرآن مجید میں زیر استعمال ہیں اور کچھ لغات کا استعمال قرآن میں زیادہ ہے اور کچھ کا قدرے کم......

اگرچہ یہ قول گزشتہ اَقوال کی نسبت قوی معلوم ہوتا ہے مگر چند چیزیں ایسی ہیں جو اس میں ضعف کا باعث ہیں۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس قول کے قائلین کا ان لغات فصحٰی کی تعیین میں اور ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ جبکہ احرف سبعہ کے ضمن میں واقعہ یہ ہے کہ حدیث میں ان کے عدد کا تعین نہ صرف موجود ہے بلکہ اکثر احادیث بھی اس تعداد پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا اگر ان سے مراد وہ ہے جو یہ کہتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ سے ان کا یہ مفہوم کیوں مخفی رہا حالانکہ انہیں یہ حروف پڑھائے اور سکھائے گئے تھے (جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے) انہوں نے حروف پر تلاوت بھی کی اور ہم تک ان حروف کا اکثر حصہ بھی پہنچا ہے جو کہ آج بھی ہمارے سامنے ہے۔

جہاں تک ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول دو آثار کا تعلق ہے تو ان کی اَسانید میں ضعف کے باعث وہ قابل حجت نہیں، کیونکہ ان میں سے ایک اثر کو تو قتادہ نے ایک غیر معین مجہول راوی سے روایت کیا ہے، لہٰذا وہ روایت 'منقطع' ہے جبکہ دوسری روایت کلبی سے مروی ہے جو کہ 'کذاب' ہے۔ [دیکھئے صفحہ نمبر ۱۵۱]

انہی اعتراضات میں سے دوسرا یہ ہے کہ ایسا شخص جو ان قراءات کا علم رکھتا ہے اور ان کو سمجھتا ہے یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ یہ قراءات فقط ان لغات پر ہی منحصر نہیں جن کا ذکر ہوا ہے بلکہ اسی قول کے اعتقاد رکھنے والے لغت کے ماہرین بھی قرآن مجید میں استعمال ہونے والی لغات کے ضمن میں ان کی ایک طویل فہرست گنواتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ہمیں بھی ان کی معلومات پر شک کا گمان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ابن عبید رحمہ اللہ نے ایک کتاب تصنیف کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔جس میں اس نے بے شمار مفردات قرآن کو موضوع بناتے ہوئے ان کی نسبت مختلف لغات عرب کی طرف کی ہے، جبکہ وہ لغات صرف وہی نہیں جو اس قول کے قائلین اور خود ابن عبید رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں۔مزید برآں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول بھی (جو انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا) اس نظریہ کی تردید کرتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ بلاشبہ قرآن لغت قریش پر نازل ہوا ہے سو آپ لوگوں کو لغت قریش کے مطابق ہی پڑھائیے اور سکھلائیے نہ کہ ہذیل کی لغت کے مطابق [ایضاح الوقف والابتداء للانباری:۱۳/۱] اسی طرح صحیح بخاری میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قول بھی (جو کہ مصحف کی کتابت کے وقت کہا گیا) صحیح طور پر ثابت ہے کہ:جب تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قرآن کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو اس کو لغت قریش کے مطابق لکھ لیا کرو کیونکہ قرآن ان کی لغت پر نازل ہوا ہے۔[صحيح البخاري میں كتاب التفسير' باب جمع القرآن':۲۲۶/۱]

قرآن کریم کے بارے میں ان دو آثارِ صحیحہ سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قرآن میں صرف ایک ہی لغت اور ایک ہی زبان ہے جو کہ صرف اور صرف قریش کی ہے۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول میں تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس بات سے منع بھی کیا گیا ہے کہ وہ کسی شخص کو لغت ہذیل میں قرآن مت پڑھائیں جبکہ ہذیل عرب کے ان بڑے اور اہم قبائل میں سے ہی ایک ہے جن کے بارے میں ابن عبید رضی اللہ عنہ وغیرہم کا یہ کہنا ہے کہ قرآن ان کی لغت پر نازل ہوا۔ان دونوں صحیح آثار سے ثابت ہونے والی وضاحت کے بعد ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ اپنے ان بھائیوں سے پوچھیں کہ وہ ان آثار کا کیا جواب دیتے ہیں؟ اور کون سی ایسی تاویل کرتے ہیں جس کی مدد سے وہ ان آثار سے نکلنے کی راہ پاسکیں۔

قول خامس:

ابن جریر رحمہ اللہ کے اس قول کی دو قسمیں ہیں:

❶ پہلی تو یہ ہے کہ ان حروف سبعہ سے مراد یکساں معانی رکھنے والے مختلف الفاظ کا استعمال ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مثال سے اس پر دلیل کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا (یہ احرف سبعہ کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی شخص هَلُمَّ کی بجائے تعال اور اَقْبِلْ کہہ دے کہ جن سب کا معنی یکساں ہے)

سو ہم یہ واضح کرچکے ہیں کہ اس مثال سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد حصر نہیں بلکہ صرف اَحرف سبعہ کی وجہ سے رونما ہونے والے اختلافات میں سے کسی ایک کی طرف ذہن کو متوجہ کرانا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کی ثابت شدہ قراءات کا استقراء اور استعمال ابن جریر رحمہ اللہ کے اس قول کا بخوبی رد کرتا ہے، کیونکہ ان میں اختلاف وتغایر کی متعدد صورتیں استعمال ہوئیں ہیں جن میں ایک 'ترادف' بھی ہے۔مزید برآں یہ بات بھی ہے کہ اہل عرب کا باہمی اختلاف دراصل لہجات میں ہے۔ادغام کرنے، نہ کرنے، کسی حرف کو پستی سے یا فتح سے پڑھنے، جھٹکا دینے یا نہ دینے، لمبا کرنے یا نہ کرنے اور اسی طرح کی دیگر صورتوں میں فی الواقع اختلاف ہے اور قراءات کا بڑا مقصد بھی دوسرے طرز ادا کی مشقت کو دور کرنا ہے جو هَلُمَّ کی جگہ، اَقْبِلْ اور تَعَال پڑھنے کی بجائے ان صورتوں میں زیادہ ہے اور ادا سے متعلق ہیں اور اوپر ذکر ہوئی ہیں۔

چنانچہ احرف کی اس طور تفسیر کرنے کا نتیجہ یہی ہوسکتا ہے کہ باقی تمام تغیرات جن میں لہجات کا استعمال بھی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اصل صورت پر ہی قائم رہیں اوران میں کوئی تبدیلی نہ ہونے پائے جبکہ یہ بات اس حکمت کے عین منافی ہے جس کے لیے احرف سبعہ کو نازل کیا گیا اور وہ حکمت یہی تھی کہ مختلف زبانیں بولنے والی امت سے مشقت دور کی جائے۔ زبانوں کا باہمی اختلاف بھی فی الحقیقت لہجات کا ہی ہے جو کہ ثابت شدہ قراءات متواترہ سے ہی ختم ہوسکتا ہے۔

❷ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول کی دوسری شق یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مصحف کے علاوہ جو کہ ایک حرف پر تھا باقی چھ حروف کو ختم کر دیا اور امت پر ان چھ کی تلاوت ممنوع و منسوخ کر دی۔

ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول عجیب وغریب ہونے کے ساتھ ساتھ غایت درجہ ضعیف بھی ہے، کیونکہ ان کے قول میں اس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ اجماع صحابہ کے ساتھ قرآن کے بعض حصے کو منسوخ کر دیا گیا تھا جبکہ ان حروف میں سے ہر ایک حرف منزل 'قرآن' ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یا صحابہ میں سے کسی ایک کو بلکہ تمام صحابہ کو بھی یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ کسی صریح نص کے بغیر قرآن کا بیشتر حصہ لغو قرار دے دیں۔

اگر ہم ابن جریر رحمہ اللہ کا ساتھ دیتے ہوئے لمحہ بھر کو بھی یہی فرض کر لیں کہ دراصل بات یہ ہے کہ امت مسلمہ کو ان حروف پر تلاوت کرنے، کسی ایک کو اختیار کرنے اور باقی کو چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور ایسا نہیں تھا کہ امت پر تمام حروف کے ساتھ قراءت لازمی تھی کیونکہ اللہ کی طرف سے یہ ایک رخصت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اُمت کے لیے نازل کی۔ لہٰذا اگر انہوں نے ایک رخصت کو امت کے حالات کے پیش نظر حذف کر دیا تو اس پر کیا مضائقہ ہے......؟

تو اس پر بھی ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اختیار اور رخصت ان حروف میں کسی پر قراءت کی صرف اس حد تک تھی کہ جو قاری کو آسان اور سہل معلوم ہو اس پر تلاوت کر سکتا ہے نہ کہ اس کو ان حروف کو آگے نقل کرنے کے بارے میں بھی اختیار دیا گیا تھا بلکہ امت پر تو لازم تھا کہ ان جملہ حروف کو آگے روایت کرے اور بعد میں آنے والوں تک بحفاظت پہنچائے، کیونکہ ہر ایک حرف بمنزلہ ایک آیت کے ہے اور حضرت عثمان و دیگر صحابہ قطعاً یہ حق نہیں رکھتے تھے کہ ان میں سے کچھ بھی لغو اور بے فائدہ قرار دے کر حذف کروا دیں۔

اس نکتے کی وضاحت ایک مثال سے سمجھئے کہ سفر میں مسلمان کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں اختیار ہے چاہے تو عزیمت پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھ لے اور اگر چاہے تو رخصت پر عمل کر لے۔ لیکن اگر وہ چاہے کہ اس رخصت کو ہی باطل قرار دے لے اور نہ صرف اپنے آپ پر بلکہ باقی امت پر بھی سفر میں روزے کو لازم کر دے تو کیا اس کا یہ طرزِ عمل درست ہوگا۔ یقیناً نہیں بلکہ اس کے لیے لازمی ہے کہ اس رخصت کو آگے بھی روایت کرے۔ سو سبعہ حروف میں کسی ایک پر تلاوت کے اختیار میں اور ایک کو باقی رکھ کر باقی چھ حروف کو حذف کر دینے میں بھی وہی فرق ہے جو سفر میں رخصت و عزیمت کے اختیار کو نقل کرنے میں یا روزے کی رخصت کو باطل کر دینے میں موجود ہے۔

چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اس رخصت یعنی حروف سبعہ میں سے کسی پر تلاوت کی رخصت کو باطل اور لغو قرار دے بیٹھیں جبکہ اس کی حکمت آج تک موجود ہے۔ بلکہ مختلف زبانوں اور مختلف نسلوں کے لوگوں کے دائرہ اسلام میں آ جانے کی بدولت اب اس کی ضرورت کہیں زیادہ ہے۔ کیا ایک قریشی پر ہذیل کی زبان کے مطابق تلاوت کرنا بنسبت ایک عجمی کے عربی قرآن کو تلاوت کرنے سے زیادہ مشکل ہے؟ یقیناً نہیں ...... کیونکہ قریشی اور ہذیل کی لغات باوجود فروعی فرق کے حقیقتاً تو ایک ہی زبان ہے جبکہ عربی اور عجمی کی زبان بالکل مختلف ہے۔

اسی طرح کیا اب امت میں قیامت تک بوڑھے، بچے، جوان اور قریب المرگ یا اَن پڑھ اشخاص کی آمد کا سلسلہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ختم ہو چکا ہے اور اب ایسا ممکن نہیں رہا کہ کوئی ایسا شخص اسلام میں داخل ہو جو پڑھنے اور لکھنے سے قطعاً بے بہرہ، عربی زبان کی مشکلات سے دوچار اور تلفظ میں صعوبت کا سامنا کرنے والا ہو۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آج بھی ایسے مسلمانوں کو تلاوت قرآن میں مشقت کا سامنا ہے جس کی زبانیں عربی سے مختلف اور عجمی ہیں بلکہ انہیں اس دور سے زیادہ ضرورت اور اس رخصت کی زیادہ حاجت ہے۔

ان حقائق کو سمجھنے اور جاننے کے باوجود نا معلوم کون سی ایسی اہم وجہ ہے جس نے ابن جریر رحمہ اللہ کو اس رائے کے اختیار کرنے پر مجبور کیا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جملہ قراءات مصحف عثمان میں نہ صرف پائی جاتی ہیں بلکہ مصحف عثمانی سے ہی ثابت بھی ہیں۔[دیکھئے صفحہ ۱۷۹، شرط اوّل]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی مصحف عثمانی میں سبعہ حروف بیک وقت موجود ہوں؟ یا صورت ایسی ہے کہ ایک حرف کے بجائے مختلف مصاحف میں مختلف حروف ہیں؟

اس مسئلہ میں جس رائے کو محققین نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری مرتبہ جو حروف تلاوت کئے گئے ان میں سے کسی ایک کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مہمل کیا ہے اور نہ کسی کا ابطال کیا ہے۔اسی طرح ان کے سلف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کا کوئی فعل سرزد نہیں ہوا بلکہ مصاحف عثمان رضی اللہ عنہ کے ضمن میں ہی جملہ حروف (جو آپ پر آخری مرتبہ پیش ہوئے) محفوظ اور باقی ہیں اور تا قیامت کے لیے ان حروف میں سے کسی پر بھی تلاوت کی رخصت موجود ہے۔

قول سادس:

ابن قتیبہ، رازی اور جزری رحمہم اللہ کا یہ کہنا ہے کہ احرف سبعہ سے درحقیقت اختلاف اور تبدل وتغیر کی انواع مراد ہیں جو کہ سات ہیں......الخ

اس قول کی تردید مندرجہ ذیل اُمور کے ساتھ ہوتی ہے۔

① پہلی بات تو یہ ہے کہ انواع تغیر کی نشاندہی اور ان کی تعداد و تعیین پر اتفاق ہونا ضروری امر ہے جبکہ یہ امر ان قائلین کے مابین مختلف ہے۔

② ثانیاً یہ ہے کہ حروف میں تعدد کی اہم تر حکمت ان قبائل اور گروہوں کے لیے رخصت مہیا کرنا تھی جو پڑھنے لکھنے سے بہرہ ور نہیں اور ان کے لیے ان کی زبان پر جاری طرز اَدا کے ماسوا دوسرے طرز پر تلاوت مشکل تھی پھر چند مخصوص قبائل کے سوا بالعموم اہل عرب پڑھنے اور لکھنے سے نا آشنا تھے جبکہ ان انواع تغیر (جنہیں یہ اصحاب علم بیان کرتے ہیں) کا بڑا اور اہم تعلق طرزِ کتابت اور صورت خطی سے ہے نہ کہ طرز اَدا سے۔مزید یہ کہ ان تمام اَنواع کا اِدراک اور استنباط صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو بڑی بحث، گہرائی اور وسعتِ مطالعہ سے ان کا جائزہ لے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ وہ مختلف رسوم الخط سے بھی کافی واقفیت رکھتا ہو اور یہ معاملہ تو نہ صرف علماء بلکہ خاص علماء سے ہی تعلق رکھتا ہے۔سوچا جائے تو پھر ان حروف کا ان مسلمانوں کے لیے کیا فائدہ ہے جن کی آسانی اور سہولت کی خاطر انہیں نازل کیا گیا اور جن کی مشقت دور کرنے کے لیے متعدد صورتوں کی اللہ تعالیٰ نے رخصت دی؟ اگر ہم اس قول کو مان لیں تو پھر ایسے اَن پڑھ مسلمان کس طور ان دقیق اور علمی وجوہات کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال میں لاسکتے ہیں جو پڑھنے لکھنے سے بہرہ ور نہیں اور کس طرح وہ ان تک پہنچ سکتے ہیں؟ اگر سبعہ حروف سے مراد یہی ہے جو یہ کہتے ہیں تو بلاشبہ یہ تو ان پر مزید مشقت ہے اور ان سے کسی ایک کو اختیار کر کے پڑھنا تو ان کے واسطے از حد مشکل ہے اور یہ کیسا اختیار ہے، کیسی رخصت ہے۔؟

نبی اکرمﷺ نے ان حروف کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمام حروف شافی اور کافی ہیں اور ان میں سے جس پر بھی لوگ پڑھیں گے سو وہ درست ہی کریں گے۔ اس طرح آپﷺ نے فرمایا کہ ''آپ نے اللہ تعالیٰ سے خصوصی طور پر اس رخصت کو مانگا ہے تاکہ اُمت کے مختلف لوگوں کو اس رخصت اور آسانی سے فائدہ پہنچایا جاسکے۔ جن میں بوڑھے بھی ہیں، طویل العمر بھی، کم عمر اور ادھیڑ عمر بھی اور ایسے لوگ بھی جنہیں کبھی لکھنے پڑھنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا، ایک روایت میں 'خادم' کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ اس اُمت میں خدمت گزار بھی ہیں۔

جزری، رازی اور ابن قتیبہ رحمہم اللہ سے ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ ہمیں بتائیں کہ ایسے لوگ (جن کا ابھی ذکر ہوا ہے) کس طرح ان کی ذکر کردہ انواع اختلاف کو یا کسی ایک کو استعمال کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور کس طرح وہ ان پر قرآن کو پڑھ سکیں گے؟ اس میں ان کے لیے رخصت کا کون سا پہلو ہے اور ان کے لیے اس میں کس طرح سے آسانی اور تیسیر ہے؟

③ اس قول پر وارد ہونے والے اعتراضات میں سے تیسرا یہ ہے کہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور جزری رحمہ اللہ نے سات انواع تغیر کو ذکر کرتے ہوئے اختلاف لہجات کو تو ذکر بھی نہیں کیا باوجود اس کے وجوہ اختلاف کے ضمن میں یہ وجہ بڑی اہم اور کثرت سے استعمال ہونے والی ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

اس تجزیہ سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم ان انواع تغیر کا انکار کرنے پر مصر ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ان اصحاب علم میں سے ہر ایک کی عبارت دوسرے سے حد درجہ مختلف اور متغایر ہے۔ حالانکہ یہ سب علماء بڑی بحث و تمحیص، قرآن کے متعدد بار مطالعہ اور حد درجہ محنت و مشقت کے بعد اس مقام پر پہنچے کہ ان انواع اختلاف کو اخذ کر سکیں اور بعد میں ان کی تعیین کر سکیں۔ باوجود اس کے اس مسئلہ میں تینوں کی رائے مختلف ہے جس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ہر ایک نے دوران مطالعہ کسی خاص جہت کو ملحوظ رکھا اور دوسرے کے سامنے کوئی دوسرا پہلو موجود رہا ان تینوں میں سے عبارت میں باریک بینی اور زیادہ مشق و مہارت امام رازی کا خاصہ ہے۔

ہمارا اختلاف ان سے دراصل دو نوعیت کا ہے: پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے انواع تغایر کو بتکلف سات تک محدود کیا ہے تاکہ حدیث میں مذکور تعداد کی موافقت ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے جن انواع کو سبعہ اَحرف کی تفسیر بنایا ہے اور بڑی مشقت سے حدیث کے مفہوم کی وضاحت کی کوشش کی ہے ان سے ہماری رائے مختلف ہے۔ ان آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ انواع جن کو تینوں اہل علم نے ذکر کیا ہے ان میں دو تو ایسی ہیں جن پر ان کا اتفاق رائے ہے۔ اور ان کی عبارتیں ان کی وضاحت میں یکساں ہیں:

① تقدیم و تاخیر ② زیادتی و نقص

اس کے بعد ابن قتیبہ اور جزری رحمہم اللہ کے اقوال کے مابین پانچ انواع ایسی پائی جاتی ہیں جن پر ان میں کافی حد تک اتفاق ہے، بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جزری رحمہ اللہ نے انہیں ابن قتیبہ رحمہ اللہ سے ہی نقل کر دیا ہے اور ان میں اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے کوئی اِضافہ نہیں کیا۔

لیکن اس کے برعکس امام رازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ انواع تغیر کی طرف جب ہم نظر کرتے ہیں تو وہ جزری رحمہ اللہ اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی آراء سے قدرے مختلف ہیں، کیونکہ رازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اَنواع کے ضمن میں ان دونوں کی بیشتر اَنواع بھی آجاتی ہیں اور اس کے علاوہ مزید بھی۔ مثال کے طور پر رازی رحمہ اللہ نے اپنے قول میں اَنواع تغیر سے تیسری اور چھٹی نوع اس کو قرار دیا ہے کہ:

''(۳) اعراب کی وجوہ میں اختلاف ......اور (۶) حروف کا قلب یا بعض حروف کا بعض دوسرے حروف سے ابدال، اسی طرح کلمات کی کلمات سے تبدیلی۔''

اس میں انہوں نے ان تمام قسم کی تبدیلیوں کو علی وجہ العموم دو قسموں کے تحت ذکر کردیا ہے، لیکن یہی دو اَقسام باقی دو ائمہ کے اقوال میں پانچ اقسام میں منقسم ہیں، اگرچہ انہوں نے پانچ اقسام بناتے ہوئے ان اختلافات کی تقسیم میں صورۃ خطی، اختلاف معنی اور کتابت میں اختلاف یا عدم اختلاف کو مدنظر رکھا ہے، لیکن بہرحال مراد دونوں کی قریباً ایک ہی ہے۔ اس کی ایک اور مثال یوں بھی ہے کہ امام رازی رحمہ اللہ نے پہلے اور دوسری نوع کے تحت اوزان اسماء میں پیش آنے والے اختلافات اور تصریف افعال میں ہونے والے اختلافات کو ذکر کیا ہے جبکہ معمولی سے غوروفکر کے بعد باقی دو حضرات کی ذکر کردہ پہلی پانچ انواع کے ضمن میں یہ دونوں انواع بھی آسکتی ہیں۔ فرق صرف اسی قدر ہے کہ جن زاویوں اور جہات سے امام رازی رحمہ اللہ نے اختلافات کی حد بندی کی ہے جزری رحمہ اللہ اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی تقسیم ان زاویوں سے ہٹ کر کچھ اور چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود ایک نوع ایسی بھی ہے جو صرف امام رازی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اور باقی دو اس کی طرف متوجہ نہیں ہو پائے اور وہ نوع ہے 'اختلاف لہجات' کی اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ یہی نوع اس بحث میں اہم تر ہے۔

ان تینوں اَقوال کا ہم نتیجہ برآمد کرنا چاہیں تو مختصراً تمام انواع کو کم از کم دس انواع تغیر میں تقسیم کرسکتے ہیں کہ وہ تمام صورتیں جو کلمات میں اختلاف کے ضمن میں آتی ہیں اور ان اَقوال سے ثابت ہوتی ہیں، کل دس بن سکتی ہیں۔ لیکن اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ آئندہ کوئی اور صاحب علم مزید بحث و استقراء کے بعد اس تعداد میں اضافہ نہیں کرے گا۔

چنانچہ اس معارضہ سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان تینوں بزرگ اصحاب علم کی انواع تغایر و اختلاف کی تعیین اور ان کو کھینچ تان کر سات حروف کے ضمن میں لانا بے جا تکلف اور مشقت کے سوا کچھ نہیں۔ حتیٰ کہ جب ان کی جدوجہد اور کوشش کے بعد حاصل شدہ انواع کے نتیجے پر پہنچتے ہیں جس کو انہوں نے حدیث کی مراد تصور کیا ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سبعہ احرف فی ذاتہا کچھ اور ہیں اور اس میں انواع اختلاف ایک بالکل مختلف چیز! اور اس مقام پر پہنچ کر یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ تمام وہ صورتیں ہیں جو کلمات کے مابین تغیر اور اختلاف کے ضمن میں آتی ہیں نہ کہ حروفِ سبعہ کے مابین اختلاف۔ اور ایسا بھی ممکن ہے کہ اس تمام بحث کا خلاصہ ان تین نکات میں نکال لیا جائے کہ اختلاف کی تین ہی صورتیں ہیں:

① جس میں لفظ مختلف ہوجائیں اور معنی ایک رہے، اس صورت کو لغت میں 'الترادف' سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً 'ھلم' کی جگہ 'تعال' اور 'اقبل'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② جس میں معنی اور لفظ دونوں مختلف ہو جائیں لیکن یہ اختلاف تضاد کی نوعیت کا نہ ہو، تنوع کی قبیل سے ہو۔ جس طرح قَالَ اور قُلْ ، بَاعِدْ اور بَاعَدَ ، مَالِكِ اور مَلِكِ ، اَوْصَی اور وَصّٰی

③ لہجات میں اختلاف یعنی کسی لفظ کی اَدا میں تبدیلی اصل لفظ اور معنی کی بقا کے ساتھ۔ مثال کے طور پر کسی کو جھکا کر یا سیدھا پڑھنا، مد اور قصر، ادغام اور عدم ادغام اسی طرح نرمی سے یا جھٹکا دے کر پڑھنا۔

یہاں اختلاف کی ایک قسم اور بھی ہوسکتی ہے کہ بعض اَوقات کسی کلام میں تبدیلی لفظ اور معنی کے اختلاف کے ساتھ ساتھ تناقض اور تضاد کی قبیل سے ہوتی ہے۔ سو یہ صورت قرآن کریم میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ ان کی موجودگی قرآن میں خلل اور اضطراب وشک کو لازم کرتی ہے حالانکہ قرآن اس سے یکسر منزہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''قرآن میں باطل نہ آگے سے داخل ہوسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے اور یہ اللہ رب العزت حکمت والے کی نازل کردہ (کتاب)[فصلت:۴۲] ہے۔'' ایک اور مقام پر یہ الفاظ ہیں: ''اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف [النساء:۸۲] سے ہوتا تو لوگ اس میں جابجا اختلافات اور تناقض پاتے۔'' [انظر النشر:۱/۴۹]

ان دونوں آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں خلل اور تناقض وتضاد کی سرے سے گنجائش ہی نہیں۔

حروفِ سبعہ سے مراد کیا ہے؟

یہاں تک ذکر ہونے والی پوری بحث اور معارضات سے قاری کے ذہن میں از خود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ سارے اَقوال ہی درست نہیں تو پھر اَحرف سبعہ سے مراد کیا ہے؟ اور اس کی ایسی کیا تفسیر کی جائے کہ نفس کو قرار اور دل کو اطمینان نصیب ہو جائے؟ اس سے پہلے کہ ہم آپ کے ذہن میں پیدا ہونے والے اس سوال کا جواب دیں، ہم اس بات کو دھرانا چاہتے ہیں جو حروف سبعہ سے متعلقہ بے شمار احادیث کے ذکر کے وقت ہم نے کہی تھی اور جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ہم نے اس کے جملہ طرق اور سند ومتن میں الفاظ وصحت کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی ہے لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہمیں ان تمام سے کوئی بھی ایسی صریح عبارت دستیاب نہیں ہوسکی جو سبعہ احرف کے مراد اور مفہوم کو متعین کردے۔ چنانچہ سبعہ احرف کا مفہوم اور مراد کیا ہے، یہ ابھی تک واضح نہیں ہوسکا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ضرورت اور حاجت کے وقت اس کی وضاحت کو مؤخر نہیں فرمایا کرتا۔ سو اُمت نہ صرف اس کی حقیقت معلوم کرنے کی محتاج ہے تاکہ اس پر قراءت کرسکے بلکہ اس رخصت سے فائدہ اٹھانے کی بھی ضرورت مند ہے۔

لیکن کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ جملہ اَحادیث اور منقول آثار کسی ایسی واضح تر عبارت سے خالی ہوں جو ہمارے لیے مفہوم کو واضح اور مشکل کو آسان کردے اور کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نبی اکرم ﷺ سے سبعہ احرف کی بابت کچھ سوال کرنا گوارا نہ کیا اور نہ ہی ہماری طرف سے اس کی وضاحت اور تفسیر نقل کی سو ہمارے خیال میں اس کی وجہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہوسکتی:

◉ یا تو یہ ایسے کلمات ہیں جن کی مراد معین ہے، جو وضاحت وتفسیر کے محتاج نہیں بلکہ ان کی تفسیر کے بارے میں سوال کرنا عین دوپہر کے وقت سورج کے متعلق سوال کرنے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہوسکتی ہے اس بات کی کہ کسی نے بھی نبی اکرم ﷺ سے اس کے متعلق کوئی بھی سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور ہر ایک اس کے مفہوم سے بخوبی واقف تھا۔ اسی سبب کی بناء پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس مضمون کی کوئی حدیث منقول نہیں کہ ان سے اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں پوچھا گیا یا انہوں نے خود سوال کیا اور اس سوال کا جواب پا لینے پر دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔

◉ اگر یہ صورت نہیں تو پھر دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ سبعہ اَحرف کی تفسیر اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ ان کا معنی غیر واضح تھا یا ان کی تفسیر از حد صعب تھی اور ان کی شرح میں مشکلات درپیش تھیں یا پھر ابھی ان کی حقیقت بیان کرنے کا وقت نہیں آیا تھا، کیونکہ ان کی بے شمار اقسام اور فروع کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھنے میں مشقت کا سامنا ہوتا جبکہ ان کا فہم، وسیع مطالعہ اور غور وفکر سے حاصل ہوسکتا تھا اور ان کی حقیقت کے اِدراک کے لیے بحث ونظر کی وسیع منازل طے کرنا لازمی تھیں۔

سبعہ اَحرف کی حقیقت ہم تک منقول نہ ہونے کی یہی دو وجوہات ہوسکتی ہیں جن میں سے دوسری صورت تو قطعاً باطل ہے جس طرح کہ ہم پہلے معارضات سے ثابت کر چکے ہیں کہ صحابہ اس کا خاطر خواہ علم رکھتے تھے اور یہ بات بھی ضروریات دین سے ہے کہ امت کو اس کا علم ہونا چاہئے تاکہ اس رخصت کی حکمت خوب اچھی طرح ثابت ہوجائے اور ان احرف سبعہ پر عمل درآمد ہوسکے۔ اسی طرح اس بات کو بھی کوئی سلیم العقل درست نہیں قرار دے سکتا کہ ہم یہ دعویٰ کریں کہ امت کے اوّلین طبقہ یعنی صحابہ وتابعین سے اس کی حقیقت چھپی ہوئی تھی باوجود اس کے کہ وہ اُمت کے سب سے زیادہ صاحبِ علم، گہرے فہم کے حامل اور دین کے ماہر تھے۔ پھر بعد میں آنے والے سالوں میں اس کی حقیقت منکشف ہوتی گئی۔ چنانچہ ان دونوں صورتوں میں پہلی وجہ ہی قابل قبول ہے کیونکہ وہی صورت دین کے قریب تر ہے کہ صحابہ کرام نے اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال دراصل اس لیے نہیں کیا کہ احرف سبعہ کی تفسیر اور وضاحت ان کو معلوم تھی اور وہ اس کے مفہوم کو سمجھنے کے محتاج نہ تھے۔ کیونکہ ان کے ذہن میں اگر کوئی اشکال پیدا ہوتا تو وہ سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی کوشش کرتے جیسا کہ قراءت کے ضمن میں ہی جب انہوں نے کسی اور قاری کی مختلف انداز پر قراءت سنی تو قرآن میں اختلاف اور اضطراب کے واقع ہوجانے کے ڈر سے انہوں نے فوری طور پر رجوع کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے قبل ان کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ مختلف قراء کا یہ اختلاف قرآن میں تغایر اور اختلاف کا موجب ہے اور اس سے قرآن میں خلل اور تناقض کا اندیشہ ہے حتیٰ کہ یہ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ بعض نے تو پڑھنے والے کے منہ سے یہ الفاظ سننے پر کہ 'هذا كما أقرأني رسول الله' آپ کی ذات کے بارے میں بھی شک کیا اور شیطان ان پر غالب آنے لگا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے پر جب انہوں نے آپ کو بنفسہٖ مختلف قراءات پر تلاوت کرتے ہوئے پایا تو ان کے ذہنوں سے شیطانی وساوس اور شکوک رفع ہوگئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل دو اُمور کے ذریعے ان کے ذہن میں کلبلاتے سوالوں کو دبا دیا۔

امر اوّل: انہیں نئی رخصت اور جدید حروف سے مطلع کیا اور فرمایا کہ یہ تمام وجوہ قراءات منزل من اللہ اور کافی و شافی ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن ہی ہیں۔

امر ثانی: ان وجوہ کے ذریعے پیدا ہونے والے اختلاف کی نوعیت واضح کردی اور ان کے ذہنوں کو اس نوع تغیر سے مانوس کرنے کے لیے مثال دے کر واضح کیا کہ یہ تغیر تناقض وتضاد کی قبیل سے نہیں بلکہ تنوع اور زیادتی معنی کی قسم سے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قوی اُمید ہے کہ اب آپ ہمارا مدعا اور مقصد بخوبی سمجھ چکے ہوں گے جو ہم سبعہ احرف کے ضمن میں رکھتے ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اس مفہوم کو محدود الفاظ میں اس طرح سمیٹ دیں تاکہ یہ تمام بات بآسانی سمجھ میں آسکے۔سو سبعہ احرف کا مفہوم یہ ہے۔

اَحرف سبعہ: ''قراءات کی متعدد وجوہ ہیں جو باہم مختلف ہیں۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور قاری کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک وجہ پر قرآن کی تلاوت کرے اور اس کی یہ تلاوت قرآن کی تلاوت ہی سمجھی جائے گی۔ سبعہ کے عدد سے مراد یہ ہے کہ وجوہ قراءات، (جو کہ منزل من اللہ ہیں) قرآن کے کسی ایک کلمہ میں اختلاف وتغیر کی انواع میں سے کسی ایک نوع کے ضمن میں زیادہ سے زیادہ سات تک ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح یہ بات لازمی نہیں کہ قرآن میں ہر جگہ پر تعداد سات ہی ہو۔ بلکہ لازمی یہ ہے کہ بعض جگہ کم تو ہوسکتی ہے، لیکن کسی بھی جگہ زیادہ سے زیادہ ایک کلمہ میں تبدیلی کی سات اَنواع ہی ہوسکتی ہیں۔''

اس موقع پر آپ یہ سوال بھی کرسکتے ہیں کہ سبعہ اَحرف کی اس تشریح وتوضیح سے کیا ثابت ہوتا ہے اور اس مفہوم کے اَخذ کرلینے کی دلیل کیا ہے اسی طرح علماء سابقین میں سے کس نے اس قول کو اختیار کیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس قول کو کس امام نے اختیار کیا ہے؟ تو ہماری تحقیق کے مطابق ان تمام اَقوال سے جو کہ سبعہ اَحرف کی تحقیق کے ضمن میں ائمہ سے منقول ہیں ایسا قول تو کوئی بھی نہیں جو ہمارے قول کے حرف بحرف موافق ہو اور اس کی جزئیات وتفصیلات بھی ہمارے قول سے مشابہ ہوں۔ مگر اکثر علماء کے کلام پر بحث واستقراء کے نتیجے میں ہمیں ایسے کلمات ملتے ہیں جو ایک ہی مقام پر منظم طور پر سے تو موجود نہیں (بلکہ متعدد مقامات پر بکھرے ہوئے ہیں) لیکن وہ کلمات ہمارے اس قول کو ثابت کرتے ہیں جس کو اس بحث کی ابتداء میں ذکر کردہ طریقہ کے مطابق ہم نے دلائل و براہین شرعیہ اور نصوص الہیہ پر پیش کرکے اپنایا ہے۔

◉ بطور مثال امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس قول کے کچھ اجزاء کو اختیار کیا ہے (اور سیوطی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس حدیث کی تحقیق میں بڑی وضاحت سے کلام کی ہے) چنانچہ انہوں نے اپنی تحقیق کے دوران اُن دو جہات کو بھی اقوال میں شمار کیا ہے جن کو ہم نے ترجیح دی اور سیوطی نے اس قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس قول پر کسی قسم کی تنقید نہیں کی۔ سیوطی کا اپنی کتاب الاتقان میں یہ اشارہ مندرجہ ذیل دو اقوال کے تحت موجود ہے۔[الاتقان: ۱۳۵/۱] لہٰذا آپ کہتے ہیں کہ:

> ''سبعہ احرف کے بارے میں تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سبع قراءات ہیں۔ قرآن مجید میں وہ کلمات جن میں ساتوں وجوہ پڑھنا ممکن ہے، کی تعداد بہت کم ہے، مثال کے طور پر ﴿عَبَدَ الطَّاغُوتَ﴾ اور ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ﴾ ایسے کلمات ہیں جن میں ساتوں وجوہ ممکن ہیں۔''
>
> چوتھا قول یہ ہے کہ: ہر کلمہ میں ایک، دو یا تین اور زیادہ سے زیادہ سات تک وجوہ کی تلاوت ممکن ہے لیکن اس پر تنقید کی گئی ہے کہ بعض کلمات ایسے ہیں جن میں سات سے زیادہ قراءات بھی پڑھی گئی ہیں لہٰذا لازمی ہے کہ اس کی کوئی توجیہ کرلی جائے۔

◉ ایسے علماء جن کے کلام سے ہمارے قول کے قریب اشارات ملتے ہیں ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بھی ہیں اور آپ کی بحث سبعہ احرف کی تحقیق وتفسیر کے ضمن میں لکھی جانے والی چند ایک مثالی تحریروں میں سے ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔سو آپ نے اپنی رائے فتح الباری[الفتح:۲۳/۱] میں ان الفاظ سے شروع کی ہے کہ:

''باب ہے اس بات کا کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، یعنی قرآن کا نزول سات وجوہ پر ہوا ہے جن میں سے ہر ایک پر تلاوت کرنا جائز ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ قرآن کا ہر کلمہ سات وجوہ پر پڑھنا جائز ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کسی کلمہ میں بھی قراءات کی زیادہ سے زیادہ صورتیں سات ہوسکتی ہیں۔''

◉ یہ بات کہ لازمی نہیں ہر کلمہ یا آیت قرآن سات وجوہ پر ہی نازل ہوئی ہے۔اس کو ابوعبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ نے 'فضائل القرآن' میں، ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور جزری رحمہ اللہ نے 'نشر' میں، اسی طرح ابوالفضل رازی، بیہقی اور ابو حاتم السجستانی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔میرے علم کی حد تک اس بات کا محققین میں سے کوئی بھی مخالف نہیں ماسوائے اس کے جو ابن جریر رحمہ اللہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا:

''قرآن کا ہر ہر کلمہ سات وجوہ کے ساتھ پڑھا جاتا تھا اس طرح کہ سات وجوہ میں ایسے مترادف الفاظ استعمال ہوتے تھے جو مختلف زبانوں سے متعلقہ لیکن مفہوم میں یکساں ہوتے۔''

سو ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول شاذ ہے اور کسی دلیل کے نہ ہونے کی وجہ سے مردود بھی۔

◉ جہاں تک احرف یا وجوہ کی سات کے عدد سے تحدید کا تعلق ہے تو اس کی بھی قاضی عیاض رحمہ اللہ کے ماسوا کسی محقق اہل علم نے تردید نہیں کی، قاضی عیاض رحمہ اللہ کا شرح مسلم میں یہ قول موجود ہے کہ:

''سبعہ احرف سے دراصل صحابہ کو قراءات بالمعنی کی رخصت دی گئی تھی اور 'سبعہ' کے لفظ سے کوئی تحدید نہیں بلکہ زیادتی مراد ہے لہٰذا قراءات بالمعنی میں وجوہ کی کوئی حد بندی نہیں۔''

سو آپ کا قول بھی دو وجوہات کی بناء پر قابل رد ہے: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس میں قراءت بالمعنی کی اجازت اور اس کو مشروع بتایا گیا ہے۔دوسری یہ کہ صحابہ پڑھائی ہوئی وجوہ کے ماسوا دوسری ہم معنی وجوہ پر بھی قراءت کر سکتے تھے جبکہ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جو قطعاً علم وعقل کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں۔(اور ان دونوں نظریات کی مفصل تردید بھی گزر چکی ہے)۔

ان معروضات سے یہ ثابت ہوا کہ ہم نے سبعہ احرف کی تعریف اپنے پاس سے نہیں کرلی یا یہ کوئی ایسی مراد نہیں جو کہ آج سے پہلے کسی نے اختیار نہ کی ہو اور سلف میں کوئی اس کا قائل نہ ہو بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سلف محققین پہلے بھی اس قول کو اختیار کرتے رہے، لیکن بایں طور کہ ایک مقام پر یہ قول اس طرح کہیں کسی سے منقول نہیں بلکہ متفرق مقامات پر بکھری ہوئی صورت میں موجود ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس قول اور اس کی جزئیات کو کسی بھی مصنف نے جمع نہیں کیا بلکہ ہر ایک نے اس تفسیر کا کوئی جز اختیار کیا ہے اور کوئی پہلو پکڑا ہے۔الغرض کسی امام یا محقق نے اس قول کو ایسی مکمل صورت میں نہیں اختیار کیا جس سے مسئلہ حل ہوجاتا اور اس قضیہ کا فیصلہ ہوجاتا بلکہ ہر ایک نے اس میں غور وفکر کے بعد اس کے بعض پہلوؤں کو ہی نقل کیا ہے۔

جہاں تک قرطبی رحمہ اللہ کا سبعہ احرف کے بارے میں آراء جمع [تفسیر القرطبی:۴۲/۱] کرنے اور سیوطی کا مختلف [الاتقان:۱۳۱/۱۔۱۴۲] اقوال ذکر کردینے کا تعلق ہے تو قرطبی رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ کے اس کام سے مسئلہ کی تحقیق میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی، نہ ہی سبعہ احرف کی تعیین میں اس سے کوئی اہم مدد ملی، کیونکہ انہوں نے صرف ان اقوال وآراء کے ذکر پر اکتفا کیا اور مختلف اقوال پر تنقید وتبصرہ کے بعد قول راجح کو دلائل سے ثابت نہیں کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے اس قول پر مزید ایسے دلائل کون سے ہیں جن سے مزید اطمینان حاصل ہوسکے؟ اس کے لیے اب ہم اپنے قول پر جزء اُجزء اُنبی اکرمﷺ کے کلام اور قرآن کی ثابت شدہ قراءات سے استدلال کریں گے۔

1 ہمارا قول کہ سبعہ احرف ''قراءت کی ایسی وجوہ ہیں، جو کہ بظاہر اور متعدد ہیں اور سب کی سب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔''

اس قول میں اولاً 'حرف' کے بے شمار معانی میں سے ایک معنی 'وجہ' کو ترجیح دی گئی ہے اور ہم نے احرف کی تفسیر وجہ یا وجوہ سے کی ہے، کیونکہ جب ہم حدیث کے الفاظ کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ احرف کے معنی میں صرف اور صرف یہی تاویل درست ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد ہم نے 'وجوہ' کی چار صفات ذکر کی ہیں جن میں سب سے پہلی 'متعددہ' ہے کہ یہ وجوہ متعدد ہیں۔ اس صفت کے ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ پہلی کتب اور قرآن کا ابتداً نزول جس طرح ایک وجہ پر ہوا تھا اس طرح اب ان وجوہ کے نازل ہونے کے بعد قرآن ایک وجہ پر نہیں رہا بلکہ متعدد وجوہ پر ہوگیا ہے۔

وجوہ کی دوسری صفت ہے 'متغایرۃ' ...... اس لفظ کے ساتھ وجوہ میں پائے جانے والے ان اختلافات کی طرف اِشارہ مقصود ہے جو ان دوصورتوں میں سے کوئی ایک ہوسکتے ہیں:

(ا): اتفاق معنی کے ساتھ صرف الفاظ میں تبدیلی۔

(ب): یا الفاظ اور معانی دونوں میں تبدیلی۔

وجوہ کی اس صفت کے ساتھ دراصل ابن جریر رحمہ اللہ کے اس قول کی تردید بھی مقصود ہے کہ جس میں انہوں نے اَنواع اختلاف کو صرف اور صرف 'ترادُف' میں محصور کردیا ہے، وجہ اس صفت کے ساتھ مقید کرنے کی یہ ہے کہ مختلف اَحادیث میں یہ مضمون موجود ہے کہ ''جب کبار صحابہ اور علم و تفقہ اور علوم قرآنی میں ممتاز اصحاب رسول (مثلاً عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) نے کچھ لوگوں کو مختلف وجوہ پر قراءت کرتے ہوئے سنا اور بعد میں ان لوگوں کی نبی اکرمﷺ نے تصدیق بھی کردی تو پہلے پہل ان صحابہ کو اس امر کے قبول کرلینے میں تذبذب کا سامنا ہوا اور وہ فوری طور پر اس کے قبول کرلینے پر اپنے آپ کو آمادہ نہ کرسکے بلکہ بعض کے دل میں شک اور انکار کی سی کیفیت پیدا ہوگئی جس کو بعد میں نبی اکرمﷺ نے بڑی حکمت سے رفع کردیا۔''

چنانچہ ان اَحادیث کا یہ مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان وجوہ متغایرہ میں یہ فرق خفیف اور معمولی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ ان وجوہ کے ذریعے ایسا واضح فرق رونما ہوا تھا جن سے ایسے صحابہ جو آپ پر ایمان وایقان کی دولت سے مالا مال تھے کے ذہنوں نے بھی فوری طور پر اس فرق کو قبول کرنے میں پس و پیش کی۔

میرا یہ خیال نہیں کہ اگر وجوہ کے ساتھ پیدا ہونے والے اختلاف کی نوعیت فقط بعض الفاظ کی جگہ دوسرے مترادف الفاظ ادا کردینے تک محدود تھی (مثلاً هَلُمَّ کی جگہ تعال اور إلینا کی جگہ أقبل) تو صحابہ کو اس کے قبول میں اس قدر مشکل پیش نہ آتی۔ لہٰذا صحابہ کا ان وجوہ کی سماعت کے بعد اس حد تک پریشان ہوجانا اس بات پر دال ہے کہ یہ تغایر صرف اور صرف ترادف ہی نہ تھا بلکہ اس میں اختلاف کی اور بھی صورتیں موجود تھیں جیسا کہ بعد میں واضح کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجوہ کی تیسری صفت یہ ہے کہ ''یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں'' اس قید کو لگا دینے سے ایسے اہل علم کی تردید مقصود ہے جن کا زعم یہ ہے کہ وجوہ کی یہ رخصت مستقل وجوہ کی صورت میں نہیں بلکہ صرف اس حد تک ہے کہ لوگوں کو الفاظ قرآنی میں آسانی کی غرض سے تصرف کی اِجازت دی گئی ہے اور وہ اپنی مرضی سے جو چاہیں تلاوت کرسکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کوئی مستقل وجوہ نہیں جن کی پابندی بہر طور لازمی ہو۔ جبکہ اس قول کی تردید میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ یہ وجوہ صرف اور صرف اللہ کی نازل کردہ ہی ہیں جن کو جبریل علیہ السلام، نبی اکرمﷺ کو سکھایا کرتے اور اور آپ کو خود اس کی حفاظت کرواتے حتیٰ کہ آپﷺ خود اس کی حفاظت کے قابل ہو جاتے۔

بعد ازاں رسول اکرمﷺ خود بنفس نفیس صحابہ کو ان کی تعلیم دیتے، سکھاتے اور ہر صحابی کو اس کے حالات وظروف کی روشنی میں، اس کی استعداد اور طاقت، زبان اور لہجہ کو مدنظر رکھتے ہوئے (آپ جس وجہ کو مناسب سمجھتے) اس کی تلاوت کا اختیار دیتے۔

وجوہ کا چوتھا وصف جو ہم نے بیان کیا ہے، ''وجوہ من القراءۃ'' ہے۔ یعنی ان سب وجوہ کا تعلق قراءت کے ساتھ ہے اور ان میں باہمی اختلاف قراءت کے ضمن میں ہی ہے، کیونکہ حدیث میں آپﷺ کے یہ الفاظ بصراحت موجود ہیں کہ ''مجھے جبریل علیہ السلام نے ایک حرف پر پڑھایا، پھر......'' اسی طرح جبریل علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے نبی اکرمﷺ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتے ہیں کہ اپنی اُمت کو سات حروف پر قرآن پڑھائیں...... الخ''، بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''آپ کی امت سات حروف میں سے کسی ایک پر قرآن کی تلاوت کرے'' مزید برآں آپﷺ نے احرف کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ''ان سے جو تمہیں آسان معلوم ہو اس پر پڑھو'' اور ''جس حرف پر بھی یہ تلاوت کریں تو خیر کو اور حق کو ہی پہنچیں گے۔''

مذکورہ بالا تمام اَحادیث میں سبعہ احرف کو پڑھنے اور تلاوت کرنے کا حکم ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا تعلق لازماً پڑھنے سے ہی ہے۔ چنانچہ وجوہ کو قراءت سے مقید کرنے والی متعدد احادیث بھی کتب میں موجود ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

''میں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سنا کہ وہ سورہ فرقان کی ایسے حروف (وجوہ) پر تلاوت کررہے تھے جو کہ نبی اکرمﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔'' اسی طرح اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ''میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نماز شروع کردی۔ سو اس نے ایسے طریقے پر قراءت کی جس کا میں نے اس پر انکار کیا۔ پھر دوسرا شخص داخل ہوا اور اس نے پہلے سے بھی مختلف قراءت کی...... الخ''

چنانچہ یہ تمام الفاظ اس بارے میں صریح ہیں کہ احرف کا لازمی تعلق قراءت سے ہی ہے، جس طرح کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے احرف کو ''قراءات'' سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ ہمیں ایسی کوئی روایت مل نہیں سکی جو اس امر کو ثابت کرتی ہو کہ احرف کا تعلق وجوہ قراءت کے ماسواء سے ہے۔ اسی طرح ایسی بھی کوئی روایت نہیں جو وجوہ کو قراءت کے ساتھ مقید کرنے پر مزید کسی قید کا تقاضا کرے۔ اس قید پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ احرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزول کی وجہ اور بنیادی حکمت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس کا تعلق قراءت سے ہو۔ لہٰذا سبعہ احرف کو اس مفہوم سے بدل کر کسی دوسرے مفہوم میں ڈھالنے کی کوششیں بے جا تصرف اور بلا دلیل من مانی کے زمرے میں آتی ہے۔

احرف کی یہی تفسیر رخصت کے لحاظ سے زیادہ قابل قبول ہے، کیونکہ اصل مشقت تو قراءت میں ہی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قراءت کی مختلف وجوہ (منزلہ) کی اجازت عطا کردی اور مکلّف کو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی کہ اس کی زبان پر جو وجہ بسہولت ادا ہوسکے اور اس کے لہجہ اور لغت کے مطابق ہو، اس کو اختیار کرلے۔ سو یہی وہ اختیار ہے جس کا شارع حکیم نے اُمت کے لیے ارادہ کیا ہے۔

وجوہ میں اس تعدد کی وجہ سے معانی میں اختلاف یا زیادتی کی قسم کا جو اثر مرتب ہوتا ہے، اس طرح کلام میں اغراض و مقاصد کے لحاظ سے جو تبدیلیاں پیش آتی ہیں اور انواع تغایرہ و اختلاف میں جو کچھ رونما ہوتا ہے، اسی طرح ان سبعہ احرف کے ذریعہ اعجاز اور اسرار بلاغت کا جو انکشاف ہوتا ہے اور عرب کی فصیح لغات سے جس قدر آشنائی اور ان کے کلام سے آگاہی حاصل ہوتی ہے،......تو

مذکورہ بالا تمام اصناف، اس سے حاصل ہونے والے فوائد اور ان کی اقسام کو ہم سبعہ احرف کی ذیلی بحثوں میں شمار کرتے ہیں۔ ان کا اس کے مفہوم کے ادراک اور اس کی تفسیر کی بحث اور اس سے مراد کی جستجو سے کوئی اہم تعلق نہیں بلکہ یہ تمام چیزیں اس کے مفہوم اور تفسیر کو سمجھنے میں ایک خارجی حیثیت رکھتی ہیں۔

❷ سبعہ احرف کی توضیح کے ضمن میں ہم نے ان الفاظ کو ذکر کیا تھا کہ ''ان متعدد و متغایر وجوہ میں سے کسی ایک پر بھی قرآن کی تلاوت ہوسکتی ہے اور اس تلاوت کی مثال بعینہٖ وہی ہے جیسا کہ کوئی منزل قرآن کی تلاوت کرے۔''
یہ بات نبی اکرم ﷺ کے اس قول [ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث صفحہ ۴۴ (رشد، قراءات نمبر، حصہ اول: ص ۱۰۸)] سے مترشح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے جس پر بھی تم قراءت کرو گے تو حق وصواب کو ہی پاؤ گے'' یعنی قرآن مجید کو ہی اس مفہوم کے اخذ پر آپ کا ایک قول [حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی حدیث بروایت جریر صفحہ ۴۶ (رشد، قراءات نمبر، حصہ اول: ص ۱۰۸)] بالکل صریح بھی ہے ''کہ جس نے ان حروف سے کسی ایک پر پڑھا تو گویا اس نے قرآن پر ہی تلاوت کی'' یعنی اس نے قرآن ہی تلاوت کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ الفاظ مروی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ''جو آدمی کسی ایک حرف پر تلاوت کرتا ہو تو اسے چاہئے کہ اس کو اس سے بے رغبتی کرتے ہوئے ترک نہ کرے۔ اسی طرح ایسا شخص جو نبی اکرم ﷺ کے سکھائے ہوئے حروف میں کسی اور پر قراءت کرتا ہو تو وہ بھی اس کو ہرگز بے رغبتی سے ترک نہ کرے کیونکہ جس کسی نے بھی قرآن کے ایک حصہ (آیت) کا انکار کیا گویا وہ پورے قرآن کے انکار کا مرتکب (۴۸) [حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ (مسند احمد)، (ابن جریر) پہلے گزر چکی ہے۔ (ص: ۵۳)] ہوا۔''

چنانچہ یہ تمام نازل شدہ وجوہ قرآن ہی ہیں اور سب ہی شافی و کافی ہیں اور ان وجوہ کے مابین کسی قسم کا امتیاز یا ترجیح روا رکھنا قرآن سے دوری ہے کیونکہ ان وجوہ کے مجموعہ پر ہی قرآن قائم ہے یعنی ان سب کو ملا کر ہی قرآن کریم متکون ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصاحف کی کتابت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات کی شدید خواہش کی کہ تمام وجوہ کو ہر ہر کلمہ میں جمع کردیا جائے یعنی ایک ہی مصحف میں تمام وجوہ یکجا ہوجائیں تاکہ بعد میں آنے والے کسی اُمتی کو ان میں سے بعض کو بعض وجوہ پر ترجیح دینے اور امتیاز روا رکھنے کا وہم بھی نہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳)۔ ہمارا یہ قول کہ ''سبعہ احرف میں لفظ سبعہ سے عدد ہی مراد ہے'' کی وجہ مختلف حدیث کے الفاظ ہیں کیونکہ احادیث میں سات کے عدد کی صراحت ہے۔ بلکہ تمام احادیث کے راوی حدیث کے اس جزء (علی سبعہ احرف) پر مکمل طور پر متفق ہیں۔ اسی بناء پر یہ الفاظ حدیث متواتر لفظی کا مقام رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں سات کے عدد کی تحدید پر اور بھی دلائل ہیں جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ان حروف کی تعداد درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑھائی گئی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ''مجھے جبریل علیہ السلام نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا میں ہمیشہ اس سے حروف میں زیادتی کا خواہشمند رہا اور وہ بھی اس میں اضافہ کرتے رہے (حکم الٰہی کے ساتھ)، حتیٰ کہ یہ اضافہ سات حروف تک جا پہنچا۔''

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس سے مزید وضاحت اور تفصیل موجود ہے کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن سکھایئے تو آپ سے میں نے زیادتی کا مطالبہ کیا تاکہ اُمت کے لیے آسانی ہو...... الخ (دیکھئے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی احادیث کے ضمن میں)

چنانچہ ان احادیث کی روشنی میں (کہ جب درجہ بدرجہ اضافے کا سوال کیا جا رہا ہو) سبعہ احرف سے تحدید عدد مراد نہ لینے کی صورت میں تمام تدرج بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ، دوسری مرتبہ، پھر تیسری مرتبہ مسلسل مطالبہ کرتے رہنا اور بار بار بارگاہِ الٰہی میں مراجعت کرنا وغیرہ سب کے سب مکمل طور پر اس امر پر دال ہیں کہ سبعہ احرف میں سبعہ سے تحدید ہی مراد ہو۔

محققین میں سے بعض حاذق علماء نے عدد کی تحدید اور تقیید کرنے والی عبارت (علی سبعۃ احرف) سے ایک لطیف نکتہ اخذ کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی احرف کی تقیید یا تحدید کا قصد کیا ہے تو صرف ''علیٰ'' کے حرف کا انتخاب کیا اور کسی دوسرے حرف کو کسی بھی مقام پر استعمال نہیں کیا؟ عین ممکن ہے کہ اس حرف کے ہی خاص استعمال سے آپ شرط کا مفہوم واضح کرنے کا قصد رکھتے ہوں۔ سو مفہوم شرط کو محذوف سمجھنے کی صورت میں عبارت یوں ہوگی کہ:

"ان تقرأ امتك القرآن باحرف متعددة علیٰ الا تتجاوز سبعة احرف"

یہ نکتہ بڑا ہی لطیف اور دقیق ہے کیونکہ پیچھے ذکر کئے گئے صریح قرائن و آثار بھی اس کی ہی تصدیق کرتے ہیں۔ (۲۹)

[انظر فتح الباری) ۲۸/۹] ہمارا یہ قول کہ: (یہاں سبعہ سے عدد مراد ہے) کا مطلب دراصل یہ ہے کہ ''کسی بھی لفظ کو مختلف وجوہ سے پڑھنے کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات ہو سکتی ہیں اس سے زیادہ نہیں۔''

ائمہ فن میں سے اس قول کو ابوعبید، ابوالفضل رازی، ابن قتیبہ اور ابوحاتم السجستانی رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے اسی طرح اسی طرح محدثین، قراء اور اُصولیوں کی ایک بڑی تعداد بھی اس کی قائل ہے۔ اس قول کی مخالفت میں سوائے اُس رائے کے جو ابن جریر رحمہ اللہ کی کلام سے سمجھی جا سکتی ہے کوئی اور رائے موجود نہیں۔ چنانچہ ابن جریر رحمہ اللہ کی اس ضمن میں رائے اور اس کی تردید، اسی طرح قاضی عیاض رحمہ اللہ کی رائے کا ابطال بھی گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔

جس شخص کو قرآن کریم کی قراءت سے کچھ تعلق اور لگاؤ ہے اور وہ اس کی تحقیق کا خواہاں رہتا ہے اس سے یہ بات مخفی نہیں کہ قرآن کریم قراءت اور روایت کے اعتبار سے دو اقسام پر منقسم ہے۔

مواضع اتفاق: قرآن کریم کے ایسے مقامات جہاں فقط ایک ہی وجہ پڑھی جا سکتی ہو اور ان میں کسی دوسری صورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پڑھنے کی کوئی روایت موجود نہیں۔قرآن کے اکثر اور اہم حصہ کی یہی صورت ہے۔

مواضع اختلاف: ایسے مقاماتِ قرآنی جہاں دو یا اس سے زائد وجوہ پر زیادہ سے زیادہ سات پر) قراءت کرنا جائز ہو۔

ان وجوہ مقروءۃ کے شمار اور تعیین سے قبل لازم ہے کہ چند چیزیں آپ پر واضح ہوں:

1 قراءات کے ضمن میں ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ روایت جو کسی نے بیان کی یا کسی جگہ لکھی ہوئی مل گئی یا پھر سند صحیح سے کوئی روایت ثابت ہوگئی تو اس کو قراءات میں شامل کرلیا جائے گا۔ بلکہ علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی کسی قراءت کے ثبوت کے لیے اوّلین شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ذریعے سے ثابت ہو۔اس شرط کے ماسوا کسی قراءت کو قرآن میں شامل کرلینے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ جب تک کسی بھی روایت میں تواتر نہ پایا جائے وہ قرآن ہرگز نہیں بن سکتی۔

اس شرط کے بعد علماء کی اکثریت اس امر پر بھی متفق ہے کہ وہ متواتر ذریعے سے ثابت ہونے والی قراءت، مصاحف عثمانی کے رسم کے مطابق بھی ہو۔ تاکہ نبی اکرمﷺ پر آخری دور میں جو قراءات منسوخ ہوئیں ان سے بھی قرآن کو محفوظ رکھا جاسکے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ فقط وہی قراءات پڑھنی جائز ہیں جو آپﷺ نے آخری حیات طیبہ میں ثابت فرمادیں۔

ان دو شروط کے بعد آپ دیکھیں گے کہ کس قدر قراءات ایسی بچ جاتی ہیں جو ان شروط پر پوری اترتی ہیں بلکہ جملہ قراءات کو تواتر کی شرط پر پورا کرتے ہوئے آپ کو معلوم ہوگا کہ ان قراءات کا دسویں سے بھی کم حصہ باقی رہ جاتا ہے، حالانکہ کتب میں قراءات کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر آیت ﴿ملك يوم الدين﴾ میں ابوحیان رحمہ اللہ نے قراءت کی ۱۵ وجوہ ذکر کی ہیں [البحر المحیط:۲۰/۱] اور ﴿وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ﴾ میں ابوحیان رحمہ اللہ نے لفظ 'عبد' میں ۲۲ قراءات [نفس المصدر:۵۱۹/۳]، ابن خالویہ رحمہ اللہ نے ۱۹ [مختصر فی شواذ القرآن، ص:۳۳] اور ابن جنی رحمہ اللہ نے ۱۰ قراءات ذکر کی ہیں [المحتسب :۲۱۴/۱]۔اسی طرح ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ﴾ میں لفظ 'اُف' میں ابوحیان رحمہ اللہ نے ۴۰ لغات [البحر المحیط:۲۳/۶]، ابن خالویہ رحمہ اللہ نے ۱۱ وجوہ [شواذ القرآن، ص:۷۶] اور ابن جنی رحمہ اللہ نے ۸ وجوہ [المحتسب:۱۸/۲] کو ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ان تین آیات میں اَسانید کی چھان پھٹک اور شروط کو پورا کرتے ہوئے یہ معلوم ہوگا کہ:

◉ (مٰلِكِ) کے لفظ میں، متواتر قراءتیں دو ہیں ایک تو مَالِكِ یعنی 'میم' کے بعد الف کے ساتھ، یہ عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف رحمہم اللہ کی قراءت ہے اور دوسری قراءت ملك الف کے بغیر ہے۔ یہ قراءت نافع، ابوعمرو، ابن کثیر، ابن عامر، حمزہ اور ابوجعفر رحمہم اللہ کی ہے۔

◉ ﴿عَبَدَ الطَّاغُوتَ﴾ میں بھی متواتر وجوہ صرف دو ہی ہیں۔ایک تو 'عَبُدَ الطّٰغُوتِ' یعنی عین اور دال پر فتحہ، باء پر ضمہ اور طاغوت کی ت پر کسرہ یہ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت ہے اور دوسری قراءت ہے عَبَدَ الطّٰغُوتَ. یعنی عین با اور دال کے فتحہ کے ساتھ، طاغوت (کو مفعول بناتے ہوئے) ت پر نصب، یہ قراءت ہے باقی دس ائمہ کی [راجع فی ذلك اتحاف فضلا، البشر:للدمیاطی، البناء]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ (اُفٍّ) لفظ قرآن میں تین مقامات پر آیا ہے۔ سورہ الاسراء، انبیاء اور الاحقاف میں۔
اس میں تین وجوہِ قراءات جائز ہیں۔ پہلی وجہ ہے 'اُفٍّ' میں ف پر شد دو زیروں کے ساتھ، یہ نافع رحمہ اللہ کی روایت ہے، حفص رحمہ اللہ کی عاصم رحمہ اللہ سے روایت ہے اور ابوجعفر رحمہ اللہ کی بھی یہی روایت ہے۔ دوسری وجہ فاء پر فتحہ بغیر تشدید ۔ یہ ابن کثیر، ابن عامر اور یعقوب رحمہم اللہ کی قراءت ہے۔ جبکہ اس میں تیسری وجہ فاء کے کسرہ سے بغیر تنوین کے ہے اور یہ باقی دس کی قراءت ہے۔ سو اس راستے کو اختیار کرنے پر آپ کو بخوبی معلوم ہو سکے گا کہ قرآن میں اختلاف قراءات والے مقامات میں بھی سات سے زیادہ وجوہ کبھی ممکن نہیں۔

اس بحث کے بعد ہم سیوطی رحمہ اللہ کے اس قول کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے کہا کہ ''اس اصول پر اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں بعض کلمات ایسے بھی ہیں جو سات سے زیادہ وجوہ پر تلاوت کئے جاسکتے ہیں۔'' [دیکھیں صفحہ:۱۷۱] اس قول کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ قول تحقیق سے بعید ہے اور حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

حیرانگی والی بات یہ ہے کہ قول رابع پر تعاقب سے صرف دو، تین سطر پہلے سیوطی رحمہ اللہ نے قول ثالث پر جن الفاظ کے ساتھ تعاقب کیا ہے، ان کے یہ دونوں تعاقب بھی باہم متضاد ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سبعہ حروف سے مراد سبعہ قراءات ہیں۔ اس پر سیوطی رحمہ اللہ کا تعاقب یہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی بھی ایسا کلمہ نہیں (سوائے چند ایک کلمات کے) جو سات وجوہ پر پڑھا جاسکتا ہو اور وہ چند کلمات بھی انتہائی کم ہیں۔ بطورِ مثال ﴿عَبَدَ الطّٰغُوْتَ﴾ اور ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ﴾ کے کلمات ایسے ہیں جن میں سات وجوہ جائز ہیں۔ لہٰذا سیوطی رحمہ اللہ کا تیسرے قول پر تعاقب اور چوتھے قول پر تعاقب دونوں باہم متناقض ہیں کہ ایک جگہ وہ ایسے کلمات کا وجود بتا رہے ہیں جن میں سات سے زیادہ وجوہ بھی ممکن ہیں جبکہ اس سے چند سطریں قبل سات حروف والے کلمات کی تعداد بھی بہت محدود کہہ رہے ہیں۔

❷ کوئی شخص پھر بھی ہمارے قول پر سیوطی رحمہ اللہ کے ان اقوال سے یہ اعتراض کر سکتا ہے۔ چنانچہ جواب میں ہم کہتے ہیں کہ: سب سے پہلے تو قرآن میں ایسا کلمہ ہی کوئی نہیں جس کو سات وجوہ پر پڑھا گیا ہو۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ سبعہ حروف میں سے ایک اہم تعداد کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عرضۂ اخیرہ میں منسوخ کردیا گیا تھا اور اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل پر دو مرتبہ قرآن کی تلاوت کرکے بذریعہ نص قرآن کی آخری قراءات کو ثابت کردیا اور آیات کی ترتیب، گنتی اور منزل وجوہ کی حتمی تعیین کردی۔ چنانچہ اس میں کوئی بھی ایسا حرف باقی نہیں رہا جو مواضع اختلاف میں چھ وجوہ سے زیادہ پر تلاوت ہو سکے۔ لہٰذا اب قرآن میں کوئی بھی کلمہ ایسا نہیں ہے جس میں چھ سے زیادہ متواتر وجوہ کی تلاوت جائز ہو۔ سوائے ان متواتر روایات کے ذریعے ثابت ہونے والی وجوہ کے جو قراءِ اربعہ نے روایت کی ہیں اور جنہیں 'إتحاف فضلاء البشر' میں 'البناء' نے ذکر کیا ہے۔ ان روایات کی اسانید اگرچہ حد تواتر کو نہیں پہنچتیں اور علماء ان پر شاذ قراءات کا حکم لگانے میں متفق ہیں تاہم یہ قراءات صحیح الاسناد ہیں اور اہل فن کے ہاں معلوم طرق سے مروی ہیں۔ ان قراءات کو شامل کرکے ہم مروی وجوہ کی تعداد کسی بھی حرف میں سات تک کر سکتے ہیں لیکن ان کے شامل ہونے کے بعد بھی کوئی ایسا کلمہ نہیں جس میں پھر بھی سات سے زیادہ وجوہ ممکن ہوں۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ [الآیۃ:رقم ۹۸] میں جبریل اور میکائل کے کلمات ہیں۔

جبریل میں ۵ متواتر وجوہ پر قراءات صحیح ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① ج اور راء کے کسرہ کے ساتھ۔ہمزہ کو حذف کرنے اور یاء کو باقی رکھنے کی صورت میں! یہ نافع، ابوعمرو، ابن عامر اور حفص کی عاصم رحمہم اللہ سے روایت ہے۔ جِبْرِیْلَ

② ج کے فتحہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ، یاء کو باقی رکھتے ہوئے ہمزہ کے حذف کی صورت میں ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی یہ روایت ہے۔ جَبْرِیْلَ

③ جیم اور راء کے فتحہ کے ساتھ، ہمزہ مکسورہ کے اثبات اور یائے ساکنہ کے ساتھ یہ حمزہ، کسائی اور خلف رحمہم اللہ کی مختار قراءت ہے۔ جَبْرَئِیْلَ

④ تیسری صورت لیکن ہمزہ مکسورہ کے بعد یاء کے حذف کے ساتھ۔ یہ قراءت ہے یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ کی ابی بکر بن عیاش عن عاصم کے طریق سے۔ جَبْرَئِلَ

⑤ پانچویں قراءت حمزہ رحمہ اللہ کی ہے جس میں وقف کے ساتھ ساتھ ہمزہ کی ''تسهيل بين بين'' ہے۔

یہاں دو وجوہ ایسی اور بھی ہیں جن پر قراءات نہیں کی جاسکتی، پہلی وجہ کو حسن بصری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ حذف اور ہمزہ مکسور سے قبل الف کے اثبات یعنی 'جَبْرَائِلَ'' ! دوسری صورت 'ابن محیصن' کی 'مبہج' سے مروی ہے جو کہ جیم و راء کے فتحہ ہمزہ مکسورہ اور لام مشدد کے ساتھ ہے۔ یعنی جَبْرَئِلَّ

یہ جملہ وجوہ ملا کر سات ہوئیں۔جن میں صرف ۵ وجوہ متواتر ہیں۔

اسی طرح ''مِیْکٰلَ'' میں ۴ وجوہ متواتر ہیں۔''مِیْکَائِلَ'' یعنی الف کے بعد ہمزہ ہو لیکن ہمزہ کے بعد 'ی' موجود نہ ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ مِیْکَال کو بروزن مِثْقَالَ کے مِیْکَالَ پڑھا جائے۔تیسری وجہ ہمزہ اور یاء دونوں کے اثبات کے ساتھ یعنی مِیْکَائِیْلَ اور اس کی چوتھی وجہ حمزہ رحمہ اللہ کے نزدیک وقف کی حالت میں ہمزہ کو تسہیل سے پڑھنا ہے۔

یہاں ابن محیصن رحمہ اللہ کے لیے ایک وجہ اور بھی ہے جو کہ پڑھی نہیں جاتی اور وہ ہے کہ میکائیل کو ہمزہ کے ساتھ یاء کے بغیر اور لام کی تشدید سے یعنی مِیْکَئِلَّ پڑھا جائے اور یہ مبہج کے طریق سے ابن محیصن رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

❸ تیسری بات یہ ہے کہ ہم نے سبعہ احرف یا سبعہ وجوہ کو ایک کلمہ کے ساتھ خاص اور مقید کر دیا ہے یعنی سات وجوہ کے ہونے کو کسی کلمۂ واحدہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کسی بھی کلمہ واحدہ میں زیادہ سے زیادہ سات وجوہ ہوسکتی ہے لیکن چند ایک کلمات کو ملا لینے سے وجوہ کی تعداد کافی زیادہ ہوسکتی ہے۔ چنانچہ سبعہ وجوہ کے ساتھ کلمۂ واحد کی شرط سے دراصل اُن بے شمار طرق سے ان وجوہ کو ممتاز کرنا مقصود ہے جنہیں مختلف کلمات کے جوڑنے کے بعد قراء ثابت کرتے ہیں۔ آپ بھی جب متعدد کلمات کو جوڑ کر وجوہ قراءات کا اندازہ کریں گے تو وجوہ کے باہم ضرب کھانے سے یہ بھی ممکن ہے کہ وجوہ کی تعداد ایک جملہ یا عبارت میں ۱۰۰ تک بھی جا پہنچے۔

چنانچہ اس حسابی جدول اور ضرب کے عمل کے نتیجے میں قراء کرام سورۃ الفاتحہ کو سورۃ البقرہ سے ملانے کی صورت میں ۱۷ا وجوہ [قارن بما في غيث النفع، ص:۲۸] بتاتے ہیں۔ اسی طرح کسی بھی صورت کے خاتمے پر عموماً وجوہ کی یہ تعداد بہت بڑھ جاتی ہے، لیکن خیال رہے کہ وجوہ میں یہ طریقہ سلف کے راستے سے ہٹ کر ہے بلکہ ایسا کرنا ایک بدعت ہے اور اس کی ابتداء پانچویں صدی ہجری کے بعد ہوئی ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے قبل کوئی اس طرح وجوہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جدول حسابی اور ضرب وغیرہ سے واقف نہ تھا۔ لہٰذا اس طریقہ کو محققین اختیار نہیں کرتے اور انہوں نے اس کو مستحسن نہیں گردانا سوائے اس کے کہ تعلیم مقصود ہو، کیونکہ قراءات کی تعلیم کے دوران ان کی مشق اور اجراء کے لیے یہ طریقہ از حد مفید ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ متعلم دوران حفظ کسی سورت کے ختم ہو جانے کی حالت میں ایک ایک کر کے ان قراءات کے اجزاء کو مکمل نہیں کر سکتا بلکہ مختصر وقت کے پیش نظر اس کو جملہ وجوہ و روایات کو جمع کر کے پڑھنا ہوتا ہے۔

اس تمام بحث کی وضاحت کے لیے جس سے یہ بحث جلد ذہن نشین ہو جائے، ہم درج ذیل مثال سے اسی معاملہ کو واضح کرتے ہیں، جس طرح ﴿ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴾ ہے۔ اس عبارت میں الرحیم کی یاء کے لیے بحالتِ وقف مد سے تین وجوہ پڑھی جا سکتی ہیں یعنی یا تو یہاں قصر ہو یا توسط، یا پھر اشباع!

اس کے بعد الرحیم کی میم اور ملك کی میم کے مابین دو صورتیں بحالتِ وصل ہیں۔ ادغام کے ساتھ یا پھر عدم ادغام سے، نیز ہر دو حالتوں میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ملك میں بھی دو طریقے (یعنی الف کے ساتھ یا بغیر الف کے ناجائز ہیں۔

چنانچہ اب جب آپ ان سب وجوہ کو (صرف انہیں وجوہ کا اہتمام کرتے ہوئے جن کو ہم نے ذکر کیا ہے) جمع کریں تو سات وجوہ بنتی ہیں، لیکن یہ سات وجوہ ایک کلمہ میں نہیں بلکہ دو کلمات کو ملانے کی صورت میں ہیں، کیونکہ کلمہ 'رحیم' کی اپنی وجوہ تو صرف تین یعنی بصورتِ مد عارض ہیں جبکہ 'مٰلِكِ' کی ذاتی وجوہ دو (الف اور بغیر الف کے) ہیں۔ اور دونوں کلموں کو ملانے پر دو وجہیں مزید ہیں۔ چنانچہ کسی کلمہ کی وجہ کو گنتے ہوئے (کہ آیا وہ سات سے زیادہ ہیں یا کم؟) دوسرے کلمہ کے ساتھ ملنے کے وجہ سے پیدا ہونے والی وجوہ کو ساتھ نہیں شامل کیا جائے گا بصورت دیگر آپ قراء کے حسابی جدولوں (جو کہ طلسم افلاک کے مشابہ ہے) میں واقع ہو جائیں گے۔

اسی طرح ﴿ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ﴾ کی مثال ہے۔ اس مقام پر فرش ['فرش' قراء کی اصطلاح میں قراءات میں ہونے والی ایسی تبدیلی کو کہتے ہیں جو اکثر تبدیلیوں کے لیے قراء کے وضع کئے ہوئے اصول وضوابط قراءات کے تحت نہیں آ سکی۔ یعنی قراء نے متعدد بار واقع ہونے والی تبدیلیوں کے لیے استقراء کے بعد کچھ مخصوص قواعد (مثلاً مد و قصر، تحقیق و تسہیل و ابدال اور فتح و امالہ وغیرہ) وضع کئے ہیں تاکہ ان قواعد کے ذریعے قراءات کا احاطہ کیا جا سکے لیکن جو تبدیلی کسی ایسے ضابطے کے تحت نہ آ سکے اور فرداً فرداً اس کو یاد کیا جائے، اسے فرش کہا جاتا ہے۔] سے 'آدم' کے لفظ پر نصب اور 'كَلِمٰتٍ' پر رفع ہے۔ یہ ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت ہے جبکہ دوسروں نے اس کے برعکس پڑھا ہے۔ سو اس مقام پر دو وجوہ تو یہ ہوئیں۔ پھر 'فَتَلَقّٰۤی' کے الف میں تین وجوہ (فتح، امالہ اور تقلیل) پڑھی جاتی ہیں، علاوہ ازیں 'آدم' کے لفظ میں الف میں بھی تین وجوہ یعنی طول، توسط اور قصر ہیں۔ چنانچہ اس جملہ کی مجموعی وجوہ ۱۰ ہوئیں۔ لیکن وجوہ کو یوں جمع کرنا صحیح نہیں، نہ ہی قراء اس کی اجازت دیں گے بلکہ اگر ان کے حساب اور طریقے پر چلا جائے اور ہر کلمہ کی وجوہ کو باہم ضرب دیں تو آپ کے سامنے وجوہ کی ایک بڑی تعداد آ جائے گی جس کے بعد آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ 'میری اُمت پر آسانی فرمایئے'' [انظر غیث النفع، ص: ۴۷] کو بھولنا چاہیں گے۔

الغرض ایک جملہ میں وجوہ کی تعداد اَن گنت ہو سکتی ہے یعنی غیر محدود ہے، لیکن ایک ہی کلمہ میں انفرادی طور پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجوہ کی تعداد سات سے ہرگز بڑھ نہیں سکتی بلکہ واقعتاً تو چھ سے زیادہ نہیں ہے۔جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

اس کی ایک اور مثال لیں: ﴿وَسَارِعُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ اس جملہ میں وَسَارِعُوٓا کی واؤ میں دو وجوہ متواترہ ہیں ایک تو واؤ کے ساتھ اور دوسری واؤ کے حذف کی صورت میں نافع، ابن عامر اور ابوجعفر رحمہم اللہ نے بغیر واؤ کے سارعوا پڑھا ہے۔جبکہ باقی دس قراء نے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔دوسرے کلمہ یعنی سَارِعُوٓا میں بھی دو وجوہ ہیں ایک تو امالہ جو کہ کسائی رحمہ اللہ سے منقول ہے اور دوسرا عدم امالہ کے ساتھ تلاوت کرنا۔مزید برآں سارعوا کو آگے ملانے کی صورت میں بھی مد منفصل (ایسی مد کو کہتے ہیں جس میں سببِ مد اور حرفِ مد ایک کلمہ میں نہ ہوں) ہے اور مد منفصل میں بھی دو وجہیں ہیں ایک تو قصر اور دوسری طول۔قصر کی مقدار ایک الف کے برابر ہے۔ایک الف کا اندازہ کسی انگلی کو دوبارہ کھولنے اور بند کرنے سے لگایا جاتا ہے یعنی گھڑی کے تقریباً دو سیکنڈ اس کی مدت ہے۔مد کے مراتب میں بھی قراء میں اختلاف ہے کہ قصر، توسط اور اشباع کی مدت کتنی ہے؟ لیکن بہرحال یہ مراتب وجوہ میں داخل نہیں کیونکہ ہر قاری کی اَدا کے مطابق اس کا اندازہ ہے۔چنانچہ مد (چاہے کسی مرتبہ سے ہو) کو ایک ہی وجہ شمار کیا جائے گا اور اس کے مقابل قصر ہے۔الغرض ﴿وَسَارِعُوٓا﴾ کے لئے کل چھ وجوہ ہوئیں، لیکن ہر دو وجوہ دوسری دو وجوہ سے علیحدہ ہیں اور دوسرے کلمہ میں ہیں اور ان کو آپس میں اکٹھا کر کے شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اکیلے کلمہ سارعوا میں صرف دو وجوہ ہیں باقی تو ساتھ ملانے کی صورت میں ہیں۔

﴿آلْئٰنَ﴾ سورہ یونس میں دو مقام پر آیا ہے اور دوسرے ہمزہ میں تین وجوہ پڑھی گئی ہیں (تسہیل بین بین اور الف سے بدل کر مد وقصر، دوسری وجہ ہے، ہمزہ کی حرکت لازم کو نقل کرنا اور تیسری وجہ سکتہ یا بغیر سکتہ کے پڑھنا)

چنانچہ دوسرے ہمزہ میں جو کہ ہمزہ وصل ہے کل تین وجوہ ہوئیں لیکن قراء ہر وجہ میں مد کی وجوہ کا بھی اضافہ کرتے ہیں چاہے وہ مد عارض وقفی ہو جو بحالت وقف ہوتی ہے یا مد بدل۔نتیجتاً اس کلمہ میں دسیوں مرکب وجوہ بن جاتی ہیں۔

[قارن بالبدور الزاھرہ، ص۱۴۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ